المنار جرمنی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

T. I. COLLEGE OLD STUDENTS ASSOCIATION GERMANY

Januar–Februar– März 2024 جنوری۔فروری۔مارچ۔

المنار جرمنی

بابت ماہ جنوری۔فروری۔مارچ۔2024 بمطابق: صلح۔تبلیغ۔امان۔1403 ہجری شمسی

زیرِ نگرانی

پرفیسر چوہدری حمید احمد صاحب

سرپرست تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

چوہدری عبدالغفور ڈوگر

مدیر اعلیٰ المنار

چوہدری محمد کولمبس خاں

پتہ

Bait us Sabooh
Genferstrasse 11
60437 Frankfurt / M
E-Mail:
columbuskhan@gmail.com

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی منظوری سے

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کو گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان میں مستحق طالب علموں کی مالی اعانت کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمدللہ کہ اس مد میں قربانی کرنے والے بھائیوں کی تعداد اور رقم کی ادائیگی میں مسلسل اضافہ ہورہاہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

یہ رقم اب جرمنی میں ٹکو سا سکالرشپ فنڈ کے نام پر اور اسی طرح ممبر شپ فنڈ صرف جماعتی رسید بکس پر ادا کی جاسکتی ہے۔ جو دوست آن لائین بھجوانا چاہیں ان کی سہولت کے لئے اکاؤنٹ ذیل میں درج ہے۔

AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT-BRD
DE 41 5001 0060 0244 0236 04
BIC: PBNKDEFFXXX

ممبر شپ کے لئے TMF

وظیفہ کے لئے TSF

کی مد میں رقم جماعتی رسید بک پر جمع کروائی جائے

حمید احمد چوہدری

سرپرست

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

ارشادِ باری تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ۔ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۔ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ۔ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ۔ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی گابھن اُونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔ اور جب نُفوس ملا دیئے جائیں گے۔ اور جب زندہ درگور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔ (کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟ اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال اُدھیڑ دی جائے گی۔

فرمانِ رسولِ عربی ﷺ

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمَالِي وَاَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

اے اللہ! میں آپ کی محبت، آپ سے محبت کرنے والے شخص کی محبت اور اس عمل کا جو مجھے آپکی محبت تک پہنچا دے، کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے میری جان، مال، اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی محبوب بنا دے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم 180، ایڈیشن 1984)

یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہر گز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونو جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم 126-127، ایڈیشن 1984)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”...میں نے بتایا ہے کہ خواہ ماں باپ کتنی بھی کوشش کریں کہ ان کا بچہ بداخلاقیوں کے بد اثرات سے محفوظ رہے جب تک بچے کی صحبت اور مجلس نیک نہ ہو گی اُس وقت تک ماں باپ کی کوشش بچوں کے اخلاق درست کرنے میں کارگر اور مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ بے شک ایک حد تک اُن کی اچھی تربیت سے بچوں میں نیک خیالات پیدا ہوتے ہیں لیکن اگر بچے کی عمدہ تربیت کے ساتھ اُس کی صحبت بھی اچھی نہ ہو تو بد صحبت کا اثر تربیت کے اثر کو اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اس تربیت کا ہونا نہ ہونا قریباً مساوی ہو جاتا ہے۔ بچپن کی بد صحبت ایسی بد عادات بچے کے اندر پیدا کر دیتی ہے کہ آئندہ عمر میں اُن کا ازالہ ناممکن ہو جاتا ہے۔“

(اوڑھنیوں والیوں کے لئے پھول، حصہ اول صفحہ 160، ایڈیشن 2008)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”اکثر پانچ وقت نمازیں نہ پڑھنے والوں سے جب وجہ پوچھو...[تو] سستی اور لاپرواہی کا ہی بتاتے ہیں۔ پھر یہ سستیاں جو ہیں خدا تعالیٰ کی محبت سے بھی غافل کرتی ہیں اور یہ غفلت آہستہ آہستہ دین سے بھی دُور لے جاتی ہے۔ آخرت کا خوف، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا خوف، پھر یہ بھی نہیں رہتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی نشانی آخرت پر ایمان بھی بتائی ہے کہ اس زندگی میں کئے گئے جو اعمال ہیں اُن کا بدلہ آخرت میں ملنا ہے۔ خالصۃً خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کی گئی عبادتیں اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان، ہدایت یافتوں میں شمار کروا کر خدا تعالیٰ کی جنتوں کا وارث بنائے گا۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ مئی 2013)

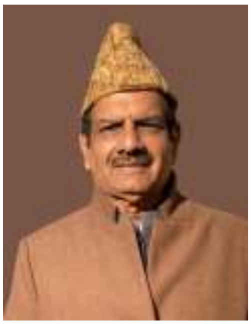

پیغامِ صدر

پیارے برادران

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

- اللہ تعالیٰ نئے سال 2024 کو بنی نوع انسان کے لئے خیر وبرکت میں ڈھال دے اور انسانیت کو دکھوں اور مصائب سے نجات دے اور خود دنیا بھر میں مظلوموں کی دادرسی فرمائے۔ آمین
- سالِ گزشتہ میں ٹکوسا کے زیر انتظام باہمی میل ملاقاتوں، مشاعروں، کھیلوں اور اکٹھے مل کر دوسرے ممالک کے سفر اور حسبِ معمول پاکستان میں مستحق طلباء کے لئے اور افریقہ میں مساجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانی کی توفیق جیسی سرگرمیاں نمایاں رہیں جن کی رپورٹس وٹس ایپ اور المنار کے ذریعہ آپ تک پہنچتی رہیں۔ اس سلسلہ میں آپ بھائیوں کا بھرپور تعاون رہا جس کے لئے دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکر گزار ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے اور یہ مختصر سا قافلہ اگلے سالوں میں اپنی کارکردگی کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور آپ کے تعاون سے بہتر بنانے کی توفیق پائے۔ آمین۔
- ہمارے بڑے عزیز اساتذہ اور دوست سال 2023 میں اپنا دنیاوی سفر ختم کرکے ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور بلند درجات سے نوازے۔ آمین۔
- اس موقعہ پر جہاں ہم ایک جہت سے مسرتوں کے مورد ہیں ہمارے دل فلسطین میں ہونے والے ظلم وبربریت کی وجہ سے چھلنی ہیں۔ بے شک اس بربریت کو فلسطینیوں کے ایک گروہ کی جارحیت کی وجہ سے مہمیز ملی لیکن بزبان غالب:
- ؎ حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے

اس مہذب کہلائے جانے والے دور میں جوابی کارروائی کرتے انسانیت سوز حد تک تجاوز اس صدی کا بہت بڑا المیہ ہے جسے فوری طور پر ختم ہونا چاہیئے۔ اللہ کرے کہ جوابی ظلم جلد اپنے اختتام کو پہنچے اور اس کے نتیجہ میں بین الاقوامی سطح پر جو بدامنی کا اندیشہ پیدا ہو چکا ہے وہ ہمیشہ کے لئے ٹل جائے۔ آمین۔

- ان تمام بھائیوں کا بھی دلی شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ٹکوسا کے پروگراموں کو تجویز کرنے، انہیں ترتیب دینے، ان پر کامیابی سے عمل کروانے کے لئے بڑے اخلاص سے محنت اور تگ ودو کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔
- سال رواں کا یہ المنار آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اس کو بہتر بنانے کے لئے بھی آپ کے تعاون کی ضرورت ہے جو آپ اپنی تعلیم الاسلام کالج کی اپنی یادوں اور نئے تجربات زندگی کو ضبط تحریر میں لاکر المنار کے ذریعہ دوسرے بھائیوں سے شیئر کرنے کے ذریعہ کرسکتے ہیں۔

خاکسار

عبدالغفور ڈوگر

(صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی)

سید الشہداء حضرت صاحبزادہ سید عبد الطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ

کے خاندان کی عظیم استقامت کی داستان بزبان صاحبزادہ جمیل لطیف

(از مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب سرپرست ٹکوسا جرمنی)

سید الشہداء حضرت صاحبزادہ سید عبد الطیف شہید رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان شہادت کے واقع سے تو ہر احمدی خوب واقف ہے۔ خاکسار نے بھی نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف تذکرۃ الشہادتین میں بیان فرمودہ تفاصیل بہت دفعہ پڑھیں بلکہ متعدد مرتبہ علماء سلسلہ کی تقاریر میں اس عظیم پر شوکت شہادت کا تذکرہ سنا، مگر میرے دل میں ہمیشہ اس سوال کے جواب کی جستجو رہی کہ شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل و عیال پر جو گزری اس کی داستان ان کی اولاد میں سے کسی نے تفصیل کے ساتھ تحریر کی یا نہیں۔

اور کی تو وہ کہاں اور کیسے میسّر ہو۔ اس کے لئے مجھے خیال آیا اس کے جواب کے لئے اپنے نہایت ہی پیارے ہونہار بھائی محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب سے رابطہ کرنا چاہیئے۔ وہ حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ کے پوتے ہیں۔ صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب تعلیم الاسلام کالج کے ایک ہر دلعزیز طالب علم، اپنے زمانے کے بہترین مقرر اور سٹوڈنٹس یونین کے اہم رکن تھے ۔ میرا ان سے نصف صدی سے رابطہ نہ تھا۔ پاکستان میں ان سے ملاقات لاہور میں ہوئی تھی جب وہ یونائیٹڈ بنک میں ابھی نئے نئے ملازم ہوئے تھے۔ بعض دوستوں نے بتایا کہ وہ کینیڈا ہوتے ہیں۔ مگر کینیڈا کے بہت سے عزیزوں کے ذریعہ ان کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی پر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مکرم محترم ملک لال خاں صاحب، نیشنل امیر کینیڈا سے رابطہ کیا تو

انہوں نے بتایا کہ محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب تو کالج میں ان کے کلاس فیلو تھے اور آج کل وہ امریکہ میں ہوتے ہیں۔۔ چند ہی لمحوں بعد انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ نہ صرف صاحبزادہ جمیل لطیف کا نمبر مل گیا ہے بلکہ ان سے بات کر کے آپ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ اگلے ہی لمحوں بعد میں نے ان سے فون ملایا تو ان کی محبت بھری گفتگو سے ایسے محسوس ہوا جیسے ہم پھر کالج کے برآمدوں میں کھڑے بات کر رہے ہوں۔ میرے سوال کہ کیا شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل و عیال پر جو گزری اس کی داستان ان کی اولاد میں سے کسی نے تفصیل کے ساتھ تحریر کی، کے جواب میں صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب نے بتایا کہ انہوں نے خود یہ کتاب

لکھی ہے اور اگر میرے علم میں نہیں تو وہ یہ کتاب مجھے بذریعہ پارسل بھجوا دیتے ہیں اور پھر چند ہی روز میں ، ایک نہیں مجھے نہایت خوبصورت پیکٹ میں ایک نہیں، صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی تصنیف کردہ دو کتابیں مل گئیں۔ جن کا مختصر تعارف میں کروانا چاہتا ہوں۔

سید الشھدا ء: اس کتاب میں مصنف یعنی صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب نے اپنے دادا حضرت سید صاحبزادہ عبد الطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ کی افغانستان میں دنیاوی وجاہت اور دنیا کی نظر میں روحانی مقام و مرتبہ، ان کی وسیع جائیداد اور شاہی دربار میں ان کے اعلیٰ مقام کا ذکر کیا ہے۔ پھر ان کے حج پر جانے کے سفر سے آغاز پر پشاور پہنچنے پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ذکر سن کر قادیان جانے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے قادیان میں قیام کا ذکر کر کے اور پھر حضور اقدس سے اجازت لے کر افغانستان واپس جانے کا احوال بیان کیا کہ حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہادت کے اشارے مل چکے تھے۔ افغانستان واپسی پر کفر کے فتوے لگنے کے بعد، وہاں کے علماء سے مناظرے اور بالآخر مرتد قرار دیئے جانے کے بعد سنگسار کئے جانے اور اس پر عمل کئے جانے کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ ہر سطر پر انسان حضرت صاحبزادہ سید عبدا لطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ کی روح پر درود بھیجتا ہے۔ شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ سیّد عبد الطیف شہید رضی اللہ کے خاندان شہید مرحوم کی تمام جائیداد ضبط کر کے ساری فیملی کو ملک بدر کر کے روسی ترکستان بھجوا دیا گیا اور پھر آٹھ سال کہ جلاوطنی کے بعد بچوں کو قید کر کے شیر پور جیل میں ڈال دیا گیا جہاں شہید مرحوم کے دو صاحبزادگان یعنی صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کے دو تایا جیل کی اذیت ناک ٹاچر سے شہید ہو گئے۔ پھر کسی طرح یہ فیملی ایک بار پھر ہجرت کر کے برٹش انڈیا آئی اور ایک عظیم جدوجہد کے بعد بنوں کے قریب سرائے نورنگ اپنا گاؤں آباد کیا۔ یہ ایک لمبی اور ایمان افروز داستان ہے جو تفصیل کے ساتھ صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اس کتاب میں پڑھنے کے لائق ہے۔

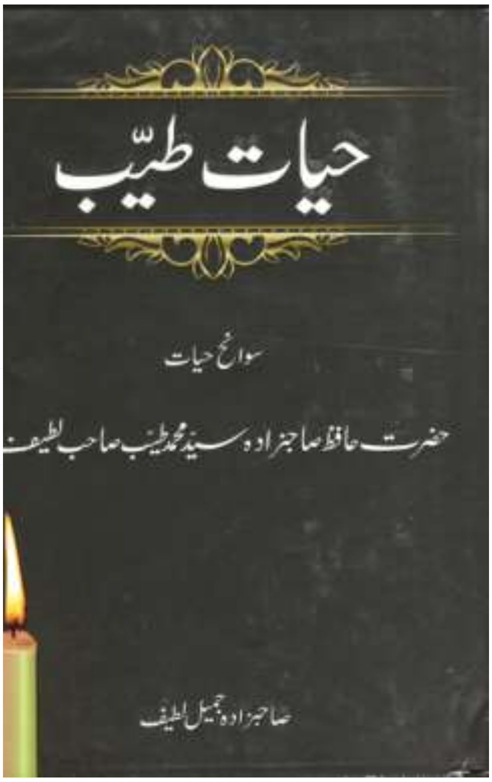

ایک بات جس نے مجھے بہت حیران کیا وہ یہ ہے کہ محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب نے پٹھان ہوتے ہوئے اردو زبان پر اس قدر عبور حاصل کیا ہے کہ ایسی فصیح و بلیغ اردو میں نے اپنے علماء سے بھی بہت کم پڑھی سنی ہے۔ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں وہ بہترین مقرر تو تھے اور پاکستان بھر سے اس میدان میں انعامات اور ٹرافیاں لا کر تعلیم الاسلام کالج کا نام بلند کرتے تھے۔ شاید یہی خداداد صلاحیت ان کی تصنیفات کی عظمت کا باعث بنی ہو۔ میری خواش ہے کہ دوست اپنے اس دوست، جو اب خدا کے فضل سے، اپنے دینی اور دنیاوی علم، اپنے تقویٰ اور اپنی لمبی جماعتی خدمات کے بعد

قابل تعظیم بزرگوں کی صف میں شامل ہو چکے ہیں ان کی یہ کتاب اور انکی دوسری تصنیف جس کا میں اب مختصر ذکر کرنے جارہا ہوں ضرور پڑھیں، اپنے ایمان کو تازہ کریں اور ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعا کریں۔ **حیات طیب**: اس کتاب میں محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب نے اپنے نہایت قابل احترام والد حضرت حافظ صاحبزداہ سیّد محمد طیّب لطیف صاحب کی ایمان افروز سوانح عمری بیان کی ہے۔ حضرت حافظ صاحبزداہ سیّد محمد طیّب لطیف صاحب حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید کے سب سے چھوٹے فرزند تھے، اس بزرگ باپ کی شہادت کے وقت ان کی عمر ڈیڑھ سال تھی۔ لاکھوں کروڑوں رحمتیں ان کی قابل فخر ماں حضرت سیّدہ شاہ جہان بیگم پر جنہوں نے کمال جرأت اور استقلال کے ساتھ اپنے عظیم خاوند کی امانت کی حفاظت کی اور ان کو تمام تر مصیبتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ چمٹا کر رکھا۔ آخر کار روسی ترکستان میں آٹھ سالہ جلا وطنی اور شیر پور جیل کی اذیت ناک قید کے بعد حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید کا خاندان 1926 میں برٹش انڈیا واپس آیا تو اس وقت حضرت حافظ صاحبزداہ سیّد محمد طیّب لطیف صاحب نے جس حکمت اور دانشمندی کے ساتھ اپنی جدی جائیداد کی نشان دہی کے بعد اپنا گاؤں آباد کیا، یہ ایک لمبی داستان ہے جو دوستوں کے پڑھنے کا لائق ہے۔ میں اس کتاب کا اس سے زیادہ تعارف اس لئے نہیں کروا رہا تا کہ دوست خود اس کا مطالعہ کرکے نہ صرف اپنے ایمان کو تازہ کریں بلکہ اپنے قابل صد احترام بھائی محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب اور سیّد الشہداء حضرت صاحبزادہ سیّد عبد الطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ کی تمام اولاد کے لئے دعا کریں۔

ہمارے بہت سے دوستوں کا تو محترم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب سے ذاتی تعارف ہو گا مگر جن کہ کالج کے دوران ان کو دیکھنے کی سعادت کا موقع نہیں ملا، ان کے لئے میں ان کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک فوٹو شامل کر رہا ہوں۔ اس تصویر میں کرسیوں پر ایک طرف صاحبزادہ جمیل لطیف ہیں اور عین دوسری طرف صاحبزادہ مرزا فرید احمد ہیں۔

زبان و بیان ایک جادو

غانا کے جامعہ احمدیہ میں اردو زبان سکھانے کی خدمت اور کاوشوں کا تذکرہ

مکرم فرید احمد نوید صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ مشرقی علاقوں سے تعلق رکھنے والے دو اشخاص آئے اور انہوں نے جب لوگوں سے کلام کیا تو لوگ ان کی گفتگو سن کر حیران رہ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ بعض بیان تو جادو کی طرح ہوا کرتے ہیں یا یہ فرمایا کہ بعض باتوں میں تو جادو کا سا اثر ہوا کرتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی روشنی میں اگر زبان اور بولی اور اس کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ معاشرتی تعلقات اور رویوں کو بہتر بنانے کے لئے زبان ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ زندگی میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی غیر قوم یا غیر ملک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور ہماری زبان میں ہم سے کلام کرے تو اس کا ایک غیر معمولی اثر ہماری طبیعت پر پڑتا ہے اور اجنبیت کی جگہ فوری طور پر مانوسیت لے لیتی ہے اور وہ روک جو ایک قوم کو دوسری قوم سے ملنے اور ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں حائل ہوا کرتی ہے وہ گرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ تعلقات ترقی کرتے ہیں اور بہت جلد ایک نئے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یوں اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ایک نیا مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ زبان واقعی جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔

بچے اور ان کی مادری زبان

اگر ہم ایک بچے کی پیدائش اور درجہ بدرجہ اسکی علمی ترقی کی کیفیات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زبان سیکھنے کے لیے دو چیزیں نہایت ہی اہم ہوا کرتی ہیں۔ ایک اس زبان کی ضرورت اور دوسرے زبان سے محبت۔ بچہ اپنی پیدائش کے بعد ایک خاص عمر تک اپنی ضرورتوں کا اظہار محض رو کر کرتا ہے اور اس کے رونے کے انداز سے اس کے والدین یہ سمجھ جاتے ہیں کہ شاید اسے کسی چیز کی ضرورت ہے یا کوئی چیز اسے تکلیف پہنچا رہی ہے اور وہ محض اندازے سے اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہی بچہ بعض الفاظ کا استعمال کرنا شروع کرتا ہے اور ایسا عام طور پر چھ ماہ کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے۔ بچہ بعض سادہ سے لفظوں کو استعمال کر کے اپنے ماں باپ پر ایک جادو طاری کر دیتا ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کو پہلی مرتبہ کوئی لفظ ادا کرتے ہوئے سنا ہوگا۔ یہ ایک عجیب سی کیفیت ہوتی ہے جو ماں باپ کو ایک نئی دنیا میں لے جاتی ہے۔ بچے کے منہ سے پہلی مرتبہ "ماما" یا "بابا" کا لفظ سننا بہت سی آنکھوں میں خوشی کے آنسو لے آتا ہے اور گویا ماں باپ پر سحر طاری کر دیتا ہے۔ زبان واقعی جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔

دوسری طرف یہی جادو وہ معصوم سا بچہ بھی محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر اسے اپنی ضرورتوں کو پورا کروانے کے لئے رونا، چیخنا اور چلانا پڑتا تھا اور اب جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ محض ایک لفظ ادا کرنے پر وہ چیز اس کے سامنے آجاتی ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے بھی یہ معاملہ کسی جادوئی دنیا سے کم نہیں ہوتا کہ محض پانی کا لفظ کہنے پر پانی اس کے سامنے آجاتا ہے، دودھ مانگنے پر

دودھ مل جاتا ہے۔ باہر کا کہنے پر ماں یا باپ اسے گھمانے کے لئے باہر لے جاتے ہیں اور اس طرح اس کے ذخیرہ الفاظ کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ وہ حیران ہوتے ہوئے نئے سے نئے لفظ سیکھنا چاہتا ہے تا کہ اپنی تمام تر ضرورتوں کو بغیر روئے اور چیخے پورا کر سکے۔ اس کے ہاتھ میں گویا جادو کی ایک چھڑی آجاتی ہے جسے زبان کا نام دیا جاتا ہے اور اس زبان میں واقعی ایک جادو ہوا کرتا ہے جو کام کرتا ہے۔

زبان کا دوسرا مرحلہ

چھ ماہ سے دو سال کے عرصے کے دوران بچہ بہت سے ضروری الفاظ اور جملے بولنا سیکھ جاتا ہے یعنی ایسے تمام جملے جو اس کی بنیادی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا باعث بن سکتے ہیں اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو زبان کی محبت کا دور ہوا کرتا ہے۔ جب بنیادی ضروریات پوری ہونے لگ جاتی ہیں تو بچے کا ذہن اسے اس امر کی طرف مائل کرتا ہے کہ اسے اپنی اس صلاحیت کو مزید استعمال کرنا چاہیے۔ وہ ضروریات سے نکل کر محبت کے دائروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسے اس زبان سے محبت ہو جاتی ہے جس کے معصوم جملے اس کے والدین کو اس کے قریب لے آتے ہیں۔ جس زبان کو استعمال کرنے کے نتیجے میں اس کے نئے دوست بن جاتے ہیں۔ لوگ اس سے پیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی حرکتوں اور جملوں سے لطف اندوز ہونے لگ جاتے ہیں۔ اس کی باتوں پر ہنستے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور یہ دیکھ کر اس کی زبان مزید بہتر اور صاف ہوتی چلی جاتی ہے گویا وہ اس جادو میں کمال حاصل کرنے کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے جو اس کے بعد تمام زندگی جاری رہتا ہے۔

اللہ نے انسان کو قوت بیان دی

دوسرے حیوانوں کے برعکس صرف انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ کلام کر کے اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اسی لئے انسان کو حیوان ناطق بھی کہا جاتا ہے یعنی ایسا جاندار وجود جسے اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت عطا کر رکھی ہے اور درحقیقت یہ خوبی اور سحر انگیزی بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خلق الانسان علّمہ البیان۔ کہ اس (اللہ) نے انسان کو پیدا کیا اور پھر اسے بولنا سکھایا

زبان جنت یا جہنم کا ایک راستہ بھی ہے

قوت گویائی درحقیقت ایک بہت ہی بڑی طاقت ہے اور بسا اوقات ایک درست اور برمحل جملہ انسان کو عظمت اور سرفرازی سے ہمکنار کر دیتا ہے اور بالکل اسی طرح بعض مرتبہ صرف ایک غلط بات اس کی تمام عزت اور تکریم کو خاک میں بھی ملا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دے سکتا ہوں۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا:

> "بعض مرتبہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے بعض ایسے کلمات جنہیں وہ بہت بڑے خیال نہیں کرتا بولتا ہے مگر ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح بعض مرتبہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے بعض ایسے کلمات جنہیں وہ بہت بڑے خیال نہیں کرتا بولتا ہے اور ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اسے جہنم میں ڈال دیتا ہے"۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان)

پس زبان سیکھنا اور اس پھر اس زبان کا درست استعمال سیکھنا دین اور دنیا دونوں کی بہتری کے لئے ضروری ہے۔

اردو دنیا کی تیسری بڑی زبان بن چکی ہے

اس وقت دنیا میں تقریباً ساڑھے چھ ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں سے بعض بہت بڑی اور بعض بالکل محدود دائروں کی زبانیں ہیں۔ دو ہزار کے قریب بولیاں تو ایسی بھی ہیں جن کے بولنے والے افراد کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس بعض زبانیں عالمگیر حیثیت کی حامل ہیں اور ان کے بولنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ کو یہ جان کر شاید حیرت ہو گی کہ دنیا میں سب سے زیادہ چینی زبان بولی جاتی ہے جس کے بولنے والوں کی تعداد ایک ارب سے زائد ہے۔ دوسرے نمبر پر انگلش ہے اور دنیا کی تیسری بڑی زبان برصغیر پاک وہند میں بولی جانے والی اردو یا ہندوستانی زبان ہے جو 54 کروڑ افراد بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ (گو ہندی اور اردو اپنے رسم الخط کے اعتبار سے مختلف معلوم ہوتی ہیں لیکن بول چال میں یہ زبانیں اس قدر نزدیک ہیں کہ کوئی بھی ہندی بولنے والا شخص اردو دان افراد کے ساتھ نہایت آسانی سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی بناء پر ان دونوں زبانوں کو بولی کے طور ایک شمار کیا جاتا ہے اور اسے دنیا کی تیسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان کہا جاتا ہے) چوتھے نمبر پر اسپینش ہے اور پانچویں نمبر پر عربی زبان آتی ہے۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر ہمیں دنیا بھر میں اپنا پیغام پہنچانا ہو تو یہ پانچ زبانیں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں جن کے بولنے والوں کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ارب کے لگ بھگ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا نصف بنتی ہے۔ اور اللہ کے فضل سے ان پانچ بنیادی زبانوں میں سے تین جامعہ احمدیہ میں بھی سکھائی جاتی ہیں۔

جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل میں سکھائی جانے والی زبانیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص توجہ کی بدولت دنیا کے بہت سے ممالک میں نئے جامعات کا آغاز ہو چکا ہے جو واقفین زندگی مبلغین اور خلافت احمدیہ کے جانثار غلاموں کی تیاری میں دن رات مصروف ہیں۔ دنیا کے دیگر جامعات کی طرح جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل میں عربی، اردو اور انگریزی زبان سکھانے کیلئے خاص محنت کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت 25 مختلف ممالک کے 185 طلباء زیر تعلیم ہیں جن کی مقامی زبانیں اور ان کے رسم الخط بسا اوقات ان تینوں بنیادی زبانوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس غرض سے جامعہ میں آنے والے طلباء کو یہ زبانیں بالکل ابتداء سے پڑھائی جاتی ہیں جو حسب حالات بعض کے لئے بہت زیادہ اور بعض کے لئے نسبتاً کم مشکل ہوتی ہیں۔ جامعہ کے آغاز میں طلباء کی یہ خواہش تھی کہ جامعہ کی تدریسی زبان انگلش رکھی جائے تا کہ ان میں سے بعض کو سہولت ہو سکے اور اس کے حق میں ہمیشہ ان کی طرف سے مختلف دلائل بھی دیئے جاتے رہے۔ تاہم جامعہ احمدیہ کی تدریسی زبان شروع سے ہی اردو اور عربی رکھی گئی ہے جس کے دیرپا اور خوش کن نتائج اب آہستہ آہستہ سامنے آرہے ہیں۔

عربی اور اردو کی اہمیت

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے کہ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لئے محبت اور ضرورت بنیادی اجزاء ہیں اور جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل کے طلباء کو بھی عربی اور اردو سیکھنے کے بارے میں جس دلیل نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہی تھی کہ عربی قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی زبان ہے جبکہ اردو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کی زبان ہے اور ان دونوں زبانوں کو سیکھے بغیر اسلام احمدیت

کے پیغام کو سمجھنا اور اس کا سفیر بننا ممکن نہیں ہے۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ جب طلباء کی ابتدائی کلاسوں سے یہ پوچھا گیا کہ کیا فرانس کا سفیر یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے فرنچ زبان نہیں آتی اور کیا جرمنی کے سفیر کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ جرمن زبان سے نابلد ہو تو وہ درحقیقت حیرت زدہ نظر آئے۔ شاید یہ دلیل ان کی دیگر دلیلوں کے مقابل پر کافی موثر تھی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ زبانیں سیکھنے کا ایک ان تھک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

دلچسپ اور حیرت انگیز جملوں پر مشتمل اردو

اردو سیکھتے ہوئے طلباء بسا اوقات ایسے دلچسپ جملے بولتے ہیں کہ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہونے کو دل چاہتا ہے لیکن ان کے سامنے ضبط قائم رکھنا پڑتا ہے تا کہ ان کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک زبان کی ساخت اور گرامر کے انداز مختلف ہوتے ہیں اسلئے جب لغت اور ڈکشنری کو سامنے رکھ کر نئے طالب علم اردو کے مختلف جملے بناتے ہیں تو وہ بہت مزیدار ہو جاتے ہیں۔

ایک عزیز طالب علم گزشتہ دنوں ایک درخواست لکھ کر لائے جس میں لکھا کہ فلاں کام کی غرض سے گھر جانا چاہتا ہوں اسلئے: "براہ کرم مجھے اجازت دے کر ممنوع فرمائیں" تو خاکسار نے بھی اس پر اجازت لکھ کر ساتھ ہی "گھر جانا منع ہے" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ یہ عزیز خوش خوش جب اپنی درخواست دفتر میں جمع کروانے گئے تو ان کو بتایا گیا کہ آپ کو اجازت دے کر منع کیا جا چکا ہے۔ اس پر وہ دوبارہ واپس آئے اور سمجھانے پر اپنی درخواست کے الفاظ درست کئے۔ ایک سابق طالب علم جو شادی شدہ تھے یہ درخواست لکھ کر لائے کہ:

"میں اپنی اہلیہ کی زیارت کے لئے گھر جانا چاہتا ہوں" اب صاف ظاہر ہے کہ کسی لغت نے ان کو وزٹ کا ترجمہ زیارت بتایا تھا جس کی روشنی میں انہوں نے یہ الفاظ چنے جو مزاح کا رنگ اختیار کر گئے۔ اور ایک طالب علم کی درخواست تو سمجھنا ہی محال ہو گیا جب انہوں نے لکھا کہ:

"میری قدم ماں بیمار ہیں اور انہوں نے مجھے گھر بلایا ہے" کافی غور کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ وہ اپنی طرف سے Step Mother کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ ایک اور بچے نے اپنی ایک تحریر میں برادر نسبتی (Brother in Law) کا ترجمہ قانونی بھائی کر کے سب کو حیران کر دیا۔ اور یہ جدید محاورے بہت دیر تک طلباء کے لئے بھی مزاح کا ذریعہ بنے رہے۔ کسی نے اپنے جملے میں حس مزاح کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا کہ "آپ بہت مضحکہ خیز ہیں" تو وہ جملہ اپنی ذات میں مزاحیہ بن گیا۔ جبکہ ایک عزیز جو یہ کہنا چاہتے تھے کہ "اپنے کام سے کام رکھو" انہوں نے اسے اس طرح تبدیل کیا کہ "آپ اپنے کاروبار کو دیکھیں" شاید ان کے ذہن میں انگریزی کا محاورہ Mind your own business تھا جسے انہوں نے اردو کا جامہ پہنا دیا۔

بہر حال اسی طرح بہت سے دلچسپ اور عجیب جملوں کو سنتے ہوئے یہ سفر جاری رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص توجہ اور دعاؤں کی بدولت جامعہ کے طلباء کے لئے یہ سفر غیر معمولی آسان فرمادیا اور آج یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے نوجوان حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور خطابات کو نہ صرف اردو میں سن کر خود سمجھ لیتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض اپنی مقامی زبانوں میں اردو سے رواں ترجمہ بھی کر سکتے ہیں اور یہ وہ سب سے بڑی کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے انہیں عطا فرمائی ہے کہ وہ درحقیقت خلافت احمدیہ کے وفادار خدام کے طور پر دربار خلافت

سے موصول ہونے والے ہر حکم کو سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے قابل ہو چکے ہیں۔جب ہم اپنی ادنیٰ کوششوں پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ برکت بھی درحقیقت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کو براہ راست سننے کی عادت کا نتیجہ اور پھل ہے۔فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

اردو سکھانے کے لئے طریق کار

جامعہ احمدیہ انٹر نیشنل گھانا میں افریقہ کے مختلف ممالک کے طلباء کے ساتھ ساتھ عرب،انڈونیشیا،ملائیشیا،پاکستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں سے تعلق رکھنے والے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اس لئے ان سب کو اردو سکھانے کے لئے مختلف طریق اختیار کئے جاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے ایک مربوط پروگرام بھی ترتیب دیا گیا ہے۔

کسی بھی زبان کو استعمال کرنے کے لئے اس کے چار اجزاء سیکھنا ضروری ہوا کرتے ہیں یعنی سننا، بولنا، لکھنا اور پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ انٹر نیشنل میں زبانیں سکھانے کے لئے ان چاروں اجزاء کی خاص مشق کروائی جاتی ہے۔ابتداء سے ہی تمام طلباء حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا براہ راست خطبہ جمعہ پہلے اردو میں سنتے ہیں جس کے بعد شام کو اس خطبہ کا ترجمہ اپنی علاقائی اور مقامی زبانوں میں دوبارہ سنتے ہیں تاکہ خطبہ کو مزید اچھے طریق پر سمجھ سکیں جس کے بعد پورا ہفتہ جامعہ میں پہلا پیریڈ اسی خطبہ جمعہ کی دہرائی کروائی جاتی ہے جس میں طلباء ہر روز خطبہ جمعہ کی ریکارڈنگ کا کچھ حصہ سنتے ہیں اور اساتذہ ہر چند فقروں کے بعد مشکل الفاظ کے معانی اور ضروری وضاحت کرتے ہیں۔پھر خطبہ جمعہ کے مشکل الفاظ کا انگریزی ترجمہ کر کے نوٹس بورڈ پر لگا دیا جاتا ہے تاکہ مضمون کو سمجھنا مزید آسان ہو سکے۔اس طرح بہت جلد زبان سے شناسائی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ان کا حجاب ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی جگہ اعتماد لے لیتا ہے۔

جامعہ میں اردو سکھانے کے لئے ایک خاص ماحول بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس ماحول میں طلبا کو ہر معاملہ میں اردو بولنے کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔تمام اساتذہ اردو میں بات کرتے ہیں۔کلاسز، کھیل، مسجد، ڈائننگ ہال، ہوسٹل غرض ہر جگہ طلبا سے اردو میں بات کی جاتی ہے اور تمام ہدایات اردو میں دی جاتی ہیں۔طلبا نماز فجر اور مغرب کے بعد درس قرآن و حدیث اردو میں دیتے ہیں۔مقامی خطبہ جمعہ اردو زبان میں باری باری پڑھتے ہیں۔ہر روز صبح اسمبلی میں تلاوت کے بعد طلبا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سلسلہ کے متفرق اشعار بلند آواز میں پڑھتے ہیں تاکہ یاد ہو سکیں اور تلفظ درست ہو سکے۔ہر سال نئے داخل ہونے والے طلبا کو ابتدا سے ہی اردو کے تعارفی فقرات اور روزمرہ استعمال کے فقرے یاد کروائے جاتے ہیں جن کے ساتھ ساتھ ضروری الفاظ، محاورے، اشعار بھی یاد کروائے جاتے ہیں۔

طلبا کو اردو تحریر سکھانے کی بھی خاص کوشش کی جاتی ہے۔طلبا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اردو یا عربی میں خطوط لکھتے ہیں۔درجہ ممہدہ سے ہی طلباء کو حروف تہجی لکھنے اور پھر جملے بنانے کا طریق سکھایا جاتا ہے۔پہلی کلاس کے لئے طلبا کی سہولت کے لئے ضرورت کے مطابق ایک کورس تیار کیا گیا ہے جس سے وہ غیر ضروری طوالت سے بچتے ہوئے جلد لکھنا سیکھ جاتے ہیں۔طلباء اپنے تمام امتحانی پرچے اردو زبان میں ہی تحریر کرتے ہیں جبکہ موسم گرما کی تعطیلات کے دوران اردو اور عربی کیمپ بھی لگائے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خواہش

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 26 دسمبر 1905ء کو مہمان خانہ جدید قادیان میں قبل دوپہر ایک تقریر میں فرمایا:

"میں جب اسلام کی حالت کو مشاہدہ کرتا ہوں تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ ایسے لوگ میری زندگی میں تیار ہو جاویں جو اسلام کی خدمت کر سکیں۔ ہم تو پابگور ہیں اور اگر اور تیار نہ ہوں تو پھر مشکل پیش آتی ہے۔ میرا مدعا اس قدر ہے کہ آپ لوگ تدبیر کریں خواہ کسی پہلو پر صاد کیا جاوے مگر یہ ہو کہ چند سال میں ایسے نوجوان نکل آویں جن میں علمی قابلیت ہو اور وہ غیر زبان کی واقفیت بھی رکھتے ہوں اور پورے طور پر تقریر کر کے اسلام کی خوبیاں دوسروں کے ذہن نشین کر سکیں۔ میرے نزدیک غیر زبانوں سے اتنی ہی مراد نہیں کہ صرف انگریزی پڑھ لیں۔ نہیں اور زبانیں بھی پڑھیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 619)

پس خلافت احمدیہ کی زیر نگرانی آج اس خواہش کو پورا کرنے کے بے شمار سامان مہیا کئے جاچکے ہیں اور اس سعادت کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل کو بھی عطا فرمادیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اردو، عربی کیمپ

مبلغین سلسلہ کے لئے غیر زبانوں پر عبور کی اہمیت مسلم ہے۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کی خاص انفرادیت جو اس کو دوسرے جامعات سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ یہاں 25 ممالک سے آئے ہوئے طلبا زیر تعلیم ہیں۔ طلبا جامعہ کی اردو اور عربی زبان کا معیار بلند کرنے کے لئےہر سال دوسرے سمسٹر کے امتحانات کے بعد جون جولائی میں 15 دنوں کے لئے اردو اور عربی زبان کا کیمپ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں درجہ ممہدہ کے لئے اردو زبان اور درجہ اولی کے لئے عربی زبان کے کیمپ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کیمپ کے دوران ایک ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں طلبا صرف متعلقہ زبان ہی سنیں، بولیں، لکھیں اور اِسی زبان میں سوچیں۔ دوران کیمپ طلبا کو اساتذہ کی نگرانی اور راہنمائی میں حضور انور ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کے خطبات متعلقہ زبان میں سنوائے جاتے ہیں۔

اردو زبان کے لئے اردو ادب، اردو املا، بول چال، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود اور اردو اخبارات و رسائل کے مطالعہ کے حوالے سے کلاسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ عربی زبان کے لئے مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، عربی قواعد، عربی بول چال، عربی ادب اور عربی قصص کی کلاسز کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کھانے اور کھیل کے اوقات میں بھی طلبا کو دونوں زبانوں کے نئے کلمات اور جملے سکھانے کے لئے اساتذہ موجود رہتے ہیں۔ نیز نماز عشا کے بعد الگ الگ جگہوں پر دونوں کیمپس کے انفرادی مطالعہ اور ویڈیو پروگرامز کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ دوران کیمپ طلبا کے مابین مختلف مقابلہ جات بھی کروائے جاتے ہیں۔ جس کے اچھے نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

خطبہ استقبالیہ

حضرات!

السلام علیکم ورحمۃاللہ و برکاتہ

تعلیم الاسلام کالج کی پہلی اردو کانفرنس کی تقریب پر میں تعلیم الاسلام کالج اور اپنی طرف سے جملہ مہمان حضرات کا اس تکلیف فرمائی پر تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے خوش آمدید کا ھدیہ پیش کرتا ھوں۔

نیز حرف آغاز کے طور پر یہ وضاحت ضروری خیال کرتا ھوں۔ کہ اس کانفرنس کے مقاصد خالصتاً تعمیری اور مثبت ھیں۔ ھم اردو کا مینار تخریب کی منفی اقدار پر استوار نہیں کرنا چاھتے۔ ھمارے نزدیک سلبی انداز فکر ذھنی افلاس کی علامت ھے۔ زندہ قوموں کی ھزار پہلو ضروریات اپنے اپنے مقام اور محل پر سب کی سب اھم اور ناقابل تردید حیثیت کی حامل ھوا کرتی ھیں۔ لیکن ھمارا موقف یہ ھے۔ کہ ان جملہ قومی تقاضوں کو ضروری خیال کرتے ھوئے بھی میزان عدل کا توازن برقرار رکھا جاسکتا ھے۔ اور اردو کو وہ ارفع مقام دیا جاسکتا ھے جو اسکا واجبی حق ھے۔

(الف)

یہ ایک عظیم قومی حادثہ ہے۔ کہ زبان کا مسئلہ
جو خالصۃ قومی اور علمی سطح پر حل کیا جانا چاہئے
تھا ۔ سیاسی نعرہ بازی اور مہمل جذبات کا شکار ہو کر
رہ گیا ۔ اور سترہ سال کا طویل عرصہ بےکار مباحث اور
مجرمانہ غفلت کے ہاتھوں ضائع ہوگیا ۔ ہم تو سنتے
آئے تھے ۔ کہ ہمارے معروف ''ساغر،، کا ایک دور
''صد سالہ دور چرخ،، کے ہم پلہ ہوا کرتا ہے ۔ اور
رند جب میکدہ سے نکلتے ہیں تو دنیا بدلی ہوئی
پاتے ہیں ۔ لیکن یہاں سترہ سال کے بعد بھی

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

اسلئے ضرورت اس امر کی ہے ۔ کہ سہل انگاری اور
خوش فہمی کے گنبد سے نکل کر ہم حقائق کی دنیا میں
قدم رکھیں ۔ ٹھنڈے دل سے اپنی مشکلات کا جائزہ
لیں ۔ اور سنجیدگی سے اپنے تعلیمی ۔ تدریسی۔علمی۔ادبی ۔
لسانی اور طباعتی مسائل کا حل تلاش کریں ۔ زبان و بیان
تلخیص و ترجمہ ۔ رسم الخط ۔ اور اسی قسم کے دیگر
عقدوں کی گرہ کشائی کی کوشش کریں ۔ ایسا لائحۂ عمل
بنائیں اور اسکی تشکیل ایسے خطوط پر کریں ۔ جس سے

(ب)

یہ گومگو کی کیفیت ختم ہو اوراس ذہنی دھند سے نجات ملے ۔ جو قومی افق پر عرصہ سے چھائی ہوئی ہے ۔

اس جگہ اس امر کا اظہار بھی غیر مناسب نہ ہو گا کہ اردو کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ایک پائدار اور روحانی رشتہ بھی ہے ۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی اکثر تصنیفات اردو ھی میں ھیں ۔ اس لئے اردو زبان عربی کے بعد ھماری محبوب ترین زبان ہے ۔ اسی لئے ساری دنیا میں جہاں جہاں احمدیہ مشن یا احمدی مسلمان موجود ھیں ۔ وھاں اردو سیکھی اور سکھلائی جارھی ہے ۔ زبان اردو کی یہ وہ ٹھوس اور خاموش خدمت ہے ۔ جو جماعت احمدیہ دنیا کے گوشے گوشے میں کررھی ہے۔ اردو ھماری مذھبی زبان ہے۔یہ ھماری قومی زبان ہے یہ ھماری آئندہ نسلوں کی زبان ہے۔ یہ وہ قیمتی متاع ہے جو ھمیں ھمارے اسلاف سے ورثے میں ملی ہے ۔ اسے اس قابل بنائیے کہ ھماری آئندہ نسلیں اس ورثہ کو سرمایۂ افتخار تصور کریں اور اس پر بجا طور پر ناز کرسکیں ۔ اور ھماری طرح گونگی اور 'بے زبان' ہو کر نہ رہ جائیں ۔

اردو ایک زندہ قوم کی زندہ زبان ہے ۔ ادبیات کی

(ج)

اھمیت مسلم ۔ لیکن یہ نہ بھولئے کہ اردو زبان کا یہ بھی حق ھے کہ شعر و ادب کے روایتی اور محدود دائرے سے باھر نکلے اور زندگی کے ھر شعبے پر حاوی ھوجائے ۔ ساری دنیا کے دلوں پر اس کی حکومت ھو ۔ قومیں اسے لکھیں ، بولیں اور اس پر فخر کریں اور بین الاقوامی زبانوں کی محفل میں اردو بھی عزت کے بلند مقام پر سرفراز ھو ۔

ان دعائیہ الفاظ کے ساتھ میں ایک بار پھر اپنے دوستوں اور بزرگوں کو اھلاً وسھلاً ومرحبا کہتا ھوں ۔ اور اللہ تعالی کے حضور دست بدعا ھوں کہ وہ ھم سب کو ایسا انداز فکر عطا فرمائے اور اس نہج پر کام کرنے کی توفیق دے جو نہ صرف زبان اردو کے لئے بلکہ ھمارے لئے اور ھماری آنیوالی نسلوں کے لئے خیرو برکت کا باعث ھو ۔ اللھم آمین

مرزا ناصر احمد
ایم۔اے (آکسن)
پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ

(د)

سراج اورنگ آبادی

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی
شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہو سو ہری رہی
نظر تغافل یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں
کہ شراب صد قدح آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی
وہ عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی
ترے جوش حیرت حسن کا اثر اسقدر سیں یہاں ہوا
کہ نہ آئینے میں رہی جلا، نہ پری کوں جلوہ گری رہی
کیا خاک آتش عشق نے دل بے نوائے سراؔج کوں
نہ خطر رہا نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

راجہ محمد یوسف خان

موجِ بہار، لالہ و گلزار کیا ہوئے
وہ دِلفریب موسمِ اقرار کیا ہوئے
اِس ابتری میں اہل نظر بھی ہیں دَم بخود
وہ جاں نثار صاحب کردار کیا ہوئے
مطلوب ہم سے جان و دل و مال و آبرو
سرکار نے کئے تھے جو اقرار کیا ہوئے!
محشر میں آج پھِرتے ہیں بے چین و بے قرار
سوچا ہے! آپ کے وہ پرستار کیا ہوئے
وحشت، فراق، رَتجگے، ملبوس تار تار
کیفِ جنوں کے آگے یہ آزار کیا ہوئے
لطف و کرم کی بارشیں ہونے لگیں نصیب
دنیائے بے ثبات سے بیزار کیا ہوئے
واعظ کوِ دل پسند مضامین مل گئے
عشقِ بتاں میں یار گرفتار کیا ہوئے
یوسفؔ تھے ایک گوشۂ خلوت میں پُر سکون
تیمار دار آ گئے، بیمار کیا ہوئے

قادیانی افسروں سے پاکستان کو بچاؤ

07/09/2021 ابونائل بشکریہ ہم سب

آج کل ہمیں ایک کے بعد دوسری تشویشناک خبر سننے کو مل رہی ہے۔ صاحبان اقتدار شاید سوئے ہوئے ہیں کہ انہیں ابھی تک یہی علم نہیں ہوا کہ ملک میں کیا طوفان برپا کیا جارہاہے۔ اس ملک کے بے خبر عوام کے ساتھ کیا کیا دھوکہ ہو رہاہے۔ گزشتہ چند روز کے دوران ایسی ہی کچھ خبریں سننے کو ملیں کہ عقل چکرا گئی۔ مثال کے طور پر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دن دیہاڑے ایک احمدی کو چیف افسر تحصیل کونسل راولپنڈی مقرر کر دیا گیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اس افسر کو مقرر کر دیا گیا بلکہ ظلم پر ظلم یہ کہ اسے یہ ہدایت بھی دے دی گئی کہ وہ اپنے کام کا چارج لے لے۔

علاقے کے علما تو جانتے تھے کہ آئین پاکستان میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیاہے۔ چنانچہ ان کے وفود اعلیٰ حکام سے ملے اور اس سانحے کی اطلاع کی۔ اور شاید اس خیال سے کہ حکام اس مسئلہ کو فراموش نہ کردیں شہر میں ایکشن کمیٹی تحفظ ختم نبوت کی طرف سے کچھ پوسٹر بھی لگا دیے گئے کہ اس قادیانی کو فوری طور پر برطرف کر دیا جائے ورنہ 27 اگست کو کچہری چوک میں دھرنا دے دیا جائے گا۔ علما کی یہ بیدار مغزی کام آئی اور اس افسر کو سیکریٹریٹ لاہور بھجوا کر پاکستان کو ایک اور دھرنے سے بچا لیا گیا۔ لیکن حکومت نے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔ یہ زخم ابھی تازہ تھا کہ ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ چکوال میں ایک احمدی ڈاکٹر کو محکمہ صحت کا سی ای او مقرر کر دیا گیا۔ اور یہ تقرری بھی علی الاعلان کی گئی یعنی رات کی تاریکی کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔ اس دیدہ دلیری پر خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ چکوال نے ایک تحریری انتباہ جاری کیا کہ "ابھی تک تو ضلع میں مثالی دینی ہم آہنگی موجود ہے لیکن اگر اس تقرری کو واپس نہ لیا گیا تو یہ خوشگوار ماحول متاثر ہو جائے گا"۔

اس عہدے پر احمدی افسر کی تقرری ناقابل برداشت ہے اس لئے اس احمدی ڈاکٹر کی تقرری کو فوری طور پر واپس لیا جائے اور اس کی جگہ ایسے ڈاکٹر کو مقرر کیا جائے جو آئین پاکستان اور ملک کے ساتھ مخلص ہو۔ گویا پاکستان میں دینی ہم آہنگی اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب کہ صرف کسی مخصوص مسلک سے وابستہ افراد کو ایسے عہدوں پر مقرر کیا جائے۔ اور ملک سے وفاداری پر صرف مخصوص مسلک کی اجارہ داری ہے۔ بہر حال خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ چکوالیہ کی بیدار مغزی رنگ لائی اور 31 اگست کو حکومت پنجاب کے متعلقہ شعبہ نے یہ تقرری واپس لے لی۔ اور اس طرح اس عہدے پر ایسے شخص کو تقرر کرنے کا راستہ صاف ہو گیا جس سے

آئین پاکستان کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پنجاب نے تہیہ کیا ہوا کہ وہ یہ کہتی رہے گی کہ "آ بیل مجھے مار بلکہ بار بار مار"۔ چنانچہ ایک اور احمدی افسر کو ڈپٹی ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ اینڈ کمیونٹی ڈویلپمنٹ مقرر کر دیا۔ چنانچہ بیل نے پھر حکومت کو سینگوں پر اٹھا لیا۔ چنانچہ انٹرنیشنل ختم نبوت راولپنڈی ڈویژن نے ایک بیان جاری کیا کہ یہ تعیناتی اہل اسلام کے جذبات مجروح کرنے کی کوشش ہے یا ان کے ایمان کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ یا یہ افسران خود کو تماشا بنانا چاہتے ہیں۔ اور ساتھ یہ اشارہ دے دیا کہ اگر یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو حالات گمبھیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ دو ستمبر کو یہ تقرری واپس لے کر اس مطالبے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا گیا اور اہل اٹک کا یہ ایمانی امتحان اختتام پذیر ہوا۔

یہ واقعات صرف گزشتہ تین ہفتے کے دوران ہوئے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں کبھی دھرنے کی دھمکی موصول ہوتی ہے اور کبھی ایمان کا امتحان شروع ہو جاتا ہے اور کبھی آئین خطرے میں پڑتا ہے اور کبھی امن عامہ درہم برہم ہوتا ہے اور کبھی پاکستان سے وفاداریاں مشکوک ہو جاتی ہیں۔ مناسب ہو گا کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ پاکستان کا دستور اس بارے میں کیا اعلان کرتا ہے؟

آئین پاکستان کی شق 27 یہ اعلان کرتی ہے:

> "کسی شہری کے ساتھ جو باعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلہ میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس سکونت یا مقام پیدائش کی بنیاد پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پاکستان میں کسی ملازمت کے عہدے پر کسی شخص کی تقرری کی اس بنیاد پر مخالفت کی جا رہی ہے کہ اس کا تعلق کسی مخصوص مسلک یا عقیدہ سے ہے تو یہ مخالفت یا ایسے شخص کی تبدیلی یا برطرفی کا مطالبہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔ اور اگر ایسے مطالبات کے آگے سر تسلیم خم کر کے حکومت ایسے مطالبات تسلیم کرتی ہے تو یہ فعل آئین کی خلاف ورزی ہے۔ اور آئین کے اس حصہ کی خلاف ورزی جس کا تعلق بنیادی حقوق سے ہے۔ یعنی جن حقوق کو پارلیمنٹ بھی منسوخ یا کم نہیں کر سکتی۔

کیا یہ ایک معمولی بات ہے کہ کسی ایک عقیدہ سے وابستہ افراد کی تقرریوں کو اس بات پر منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ ایک ناواقف یہ خیال کرے گا کہ چند لوگوں کی ملازمتیں خطرے میں پڑیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

بات یہاں تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ عمل اور آگے بڑھتا ہے۔ اس کے بعد کسی بھی عہدیدار پر خواہ وہ وزیر یا وزیر اعظم ہی کیوں نہ ہو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ شخص قادیانی یا قادیانی نواز ہے۔ ذرا تصور کریں کہ یہی الزام خواجہ ناظم الدین صاحب پر لگایا گیا، یہی الزام ذوالفقار علی بھٹو صاحب پر لگایا گیا اور تو اور یہ الزام جنرل ضیا الحق صاحب پر بھی لگایا گیا۔ احمدیوں کے خلاف فسادات کے دوران یہ اعلانات کیے گئے کہ اکثر سینئر جرنیل قادیانی ہیں۔ پاکستان سے ان کو بچایا جائے۔

وقتی طور پر بزدلی دکھا کر چند افسران کو تبدیل کر دیا جاتا ہے لیکن پھر ایک تنگ نظر طبقہ کے ہاتھ میں بلیک میلنگ کا ایسا ہتھیار آ

جاتا ہے کہ جس کو استعمال کر کے یہ طبقہ اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتا جاتا ہے۔سب جانتے ہیں کہ جنرل ضیا صاحب نے احمدیوں کے خلاف انتہائی اقدامات کئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ہتھیار ان کے خلاف بھی استعمال کیا گیا۔اس طبقہ نے صدر جنرل ضیا صاحب پر بھی قادیانی ہونے کا الزام لگایا اور جنرل صاحب کو جلسوں میں تردید کرنی پڑی کہ وہ قادیانی نہیں ہیں۔

اور جب ایک اجتماع کے سامنے جس میں علما کی بڑی تعداد شامل تھی جنرل ضیا صاحب نے یہ تردید کی تو بڑی دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔اس پر جنرل صاحب نے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بات یہاں تک بڑھ چکی ہے اور مجھے آپ کی تالیوں سے اندازہ ہوا ہے کہ یہاں اس چیز کو بڑی ہوا دی گئی ہے۔اور اس کے ساتھ کچھ جرائد یہ لکھ رہے تھے کہ ملک بھر میں یہ تاثر موجود ہے کہ حکومت قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ رکھتی ہے۔اس کا مقصد یہی تھا کہ یہ مجرب نسخہ استعمال کر کے اپنے مقاصد حاصل کیے جائیں اور حکومت کو اس دباؤ میں رکھا جائے کہ اگر تم نے ہماری فرمائشوں کو پورا نہ کیا تمہیں قادیانی یا قادیانی نواز قرار دینے کے لئے صرف پانچ منٹ درکار ہوں گے اور اس کے بعد تم کئی مہینوں تک صفائیاں دیتے رہو گے۔

محترم ڈاکٹر محمد ڈاکٹر محمد جلال شمسؔ صاحب

(مربی سلسلہ انچارج ٹرکش ڈیسک لندن) مورخہ 19/دسمبر 2023 بروز منگل لندن وقت کے مطابق صبح ساڑھے دس بجے 79 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون محترم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ خاکسار کا 1967 سے تعلق اخوت قائم ہوا۔خاکسار کے لئے انہوں نے بڑے بھائی کا رول اپنا لیا تھا اور وفات تک اسے نباہا۔ آپ سلسلہ کے لئے بڑی غیرت رکھنے والے اور خلافت احمدیہ کے جان نثار تھے۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا اپنے دل میں سچی ہمدردی رکھتے تھے۔خدمت خلق کے کاموں میں بلا تفریق مذہب و نسل تیار رہتے تھے۔اپنے ترکی کے قیام کے دوران پاکستانی طلباء کو ہر طرح قانونی اور مالی مدد فراہم کرتے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔انکے ساتھ تعلق کی وجہ سے بہت سارے احباب نے خاکسار سے تعزیّت کی ہے جن کا خاکسار دلی شکر گزار ہے۔

(محمد کولمبس خاں۔ایڈیٹر المنار۔جرمنی)

چھاپہ خانے کے موجد جوہن گٹن برگ میوزیم کی یاترا

(از منور علی شاہد صاحب۔بشکریہ ہم سب مورخہ 8 جنوری 2024)

جرمن کی سرزمین کو اگر ایجادات اور دریافتوں کی سرزمین کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ دنیا کے بیشتر اہم ترین ایجادات اور دریافتوں میں اس عظیم جرمن قوم کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علم دوستی اور تحقیق کے پاگل پن میں اس قوم کی کوئی انتہا نہیں دکھائی دیتی۔ یہ قوم صدیوں پہلے بھی علم کی پیاس بجھانے کی پیاسی تھی اور آج بھی تحقیق میں پیش پیش ہے۔ دنیا کی سب سے قدیم اور شاید اولین یونیورسٹی جرمنی کے شہر ہائیڈل برگ میں موجود ہے اور فعال ہے۔

یہ 1380 میں قائم ہوئی تھی۔ اسی شہر ہائیڈل برگ کے آٹھ شہری اب تک نوبل پرائز حاصل کر چکے ہیں جبکہ مجموعی طور جرمنی کے حاصل کردہ نوبل پرائز کی تعداد 115 ہے جو دوسرے نمبر پر ہے۔ سب سے زیادہ نوبل پرائز برطانیہ نے 137 حاصل کر رکھے ہیں۔ جرمنی کے نوبل پرائز میں زیادہ تر کا تعلق سائنس سے ہے۔ شاید ہی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ بچا ہو جس میں جرمن سائنس دانوں نے اپنا کوئی کارنامہ بطور یادگار نہ چھوڑا ہو۔ مشہور ترین ناموں میں البرٹ آئن شٹائن کا ہے۔

اس کے علاوہ ماضی کے چند کاموں میں جدید ریفریجریٹر، نیکوڈیسک برائے ٹیلیویژن، خودکار ڈیجیٹل کمپیوٹرزیڈ تھری اور فور، جدید آٹوز اور ہوائی نقل و حرکت کی ٹیکنالوجی، برقی مقناطیسی تابکاری، جدید ٹیلی مواصلات ایسے چند کارنامے شامل ہیں۔ ایکس رے کا موجد ولہیم رونتجن ایک جرمن ہی تھا جسے اس انوکھی اور سائنس کی اہم ترین ایجاد پر 1901 میں فزکس کا نوبل پرائز ملا تھا۔ جرمن سائنس دانوں اور موجدین کی تحقیقی اور ایجادات کی فہرست بہت طویل ہے۔

انہی میں ایک میکانکی پرنٹنگ پریس کی ایجاد بھی شامل ہے جس کا موجد جرمن جوہن گٹن برگ ہے جس کا تعلق جرمن شہر مینز سے ہے۔ گزشتہ سال 2023 کا اختتام پر اسی جوہن گٹن برگ میوزیم کی یاترا سے ہوا۔ اس میوزیم میں چند گھنٹے صدیوں پیچھے کی دنیا میں گزارے اور پھر واپس پلٹ آئے۔ صدیوں پرانی دنیا حیرت کا ایسا سمندر تھی کہ اس کو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ وہ 28 دسمبر کی ایک سرد صبح تھی جب ہم گھر سے نکلے۔ ہماری منزل جوہن گٹن برگ میوزیم تھی۔

دریائے رائن کے ساتھ ساتھ سفر شروع کیا اور تقریباً گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم ریاست ہیسن سے نکل کر ریاست رائن لینڈ کے دارالحکومت اور صدیوں پرانے شہر مینز میں داخل ہوئے۔ یہ رومی سلطنت کے زمانہ میں ایک قلعہ بند شہر تھا جنہوں نے پہلی صدی قبل مسیح اسے فوجی چوکی کے طور پر تعمیر کیا تھا۔ آج اس شہر کی کل آبادی بیس لاکھ دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ گٹن برگ میوزیم کی بنیاد اسی شہر کے شہریوں نے 123 سال قبل 1900 میں اس وقت رکھی تھی جب گوٹن برگ کی پیدائش کے 500 سال پورے ہوئے تھے۔

گٹن برگ 1398 میں مینز میں پیدا ہوا تھا اور تین فروری 1468 کو اسی شہر میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ یہ میوزیم مینز کے اولڈ ٹاؤن

کے وسط میں واقع ہے۔ یہ دنیا کے قدیم عجائب گھروں میں شمار ہوتا ہے جو سیاحوں اور طباعت کے ماہرین کی بھرپور توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ شہر کے پرانے حصے میں پہنچنے کے بعد ایک ہزار سال پرانے کتھیڈرل چرچ کے سامنے سے گزرتے ہوئے میوزیم کے سامنے جا پہنچے۔ بیرونی صحن کے داخلی راستے پر چار دروازے نمابڑی شیٹس دیکھنے کو ملیں جن پر چھاپہ خانہ کی ابتدائی دور کے طباعت کے نقش کنندہ تھے جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔

اندر پہنچے تو علم ہوا کہ فی ٹکٹ پانچ یورو کا تھا۔ پاکستانی قیمت کے لحاظ سے قیمت یہ پندرہ سو روپے فی کس تھی۔ موبائل سے تصاویر کھینچنے کی اجازت تھی لیکن فلیش\لائیٹ کا استعمال ممنوع ہے۔ پرنٹنگ پریس کا یہ قدیم عجائب گھر چار فلورز پر مشتمل ہے جہاں تاریخی اشیاء جن میں قدیم کتب، دستاویزات، قدیم طباعت کی مشینیں جن میں ہلکی اور بھاری کتب دونوں کی طباعت کی مشینیں موجود ہیں، پرنٹنگ کے اوزاروں، سیاہی، کاغذ تیار کرنے کے نمونے، ڈمی اخبارات کے قدیم نسخے اور مشرقی ایشیائی ممالک چین، کوریا اور جاپان میں ہاتھ اور قلم سے کتاب لکھنے سے متعلق صدیوں پرانے تاریخی یادگاریں اور نمونے موجود ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ انگریزی اور جرمن زبانوں میں تاریخ اور تفصیل لکھی موجود ہے۔ ان ایشیائی ممالک میں ہاتھ سے لکھنے کا کام اور کاغذ کی تیاری اس قدر مشکل اور سست تھا کہ کتاب یا ایک صفحہ کی کاپی تیار کرنے میں ہفتے مہینے لگ جاتے تھے اور کام بھی معیاری نہ ہوتا تھا۔ ان مسائل اور کمزوریوں کو ختم کر کے گٹن برگ نے میکانکی چھاپہ خانہ ایجاد کیا جس نے دنیا بدل کر رکھ دی۔ پندرہویں صدی سے لے کر بیسویں صدی میں جو بھی مزید ترقی ہوئی اس کو یہاں محفوظ کیا گیا اور یہی بتایا گیا کہ پبلشنگ کی دنیا میں بعد کی تمام تر ترقی گٹن برگ کی ایجاد کی ہی مرہون منت ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کی ٹیکنیک (متحرک الفاظ) نے ہی کتب کی اشاعت کو آسان ہی نہیں بلکہ تیز تر بھی بنا دیا تھا۔ اس کی چھاپے خانے (پرنٹنگ پریس) ایجاد سے ہاتھ سے لکھنے کے کام کا اختتام ہوا اور کتب کی اشاعت میں غیر معمولی تیز۔ یہ بھی کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کی ایجاد نے سائنس اور تحقیق کے راستوں کی راہ ہموار کر دی جب تمام علم تیزی سے کتابوں پر منتقل ہونا شروع ہوا اور ہر قسم کی کتب تک عام انسان کی رسائی ممکن ہوئی۔

یہ حقیقت ہے کہ گٹن برگ کے چھاپے خانے نے یکسر دنیا بدل کر رکھدی تھی۔ گٹن برگ کی ایجاد کے سبب اس کو ”Man of Millennium“ کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔ 1999 میں ”ہزاریہ کے افراد“ میں گٹن برگ کو پہلا درجہ دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ٹائم لائف جریدے نے اس کی ایجاد کو دوسرے ہزاریے کی اہم ترین ایجاد قرار دیا تھا۔ گٹن برگ کو خراج تحسین پیش کرنے اور اس کی ایجاد کو یاد رکھنے کے لئے اسی کے شہر میں انٹرنیشنل گٹن برگ سوسائٹی قائم ہے جو پرنٹنگ و پبلشنگ کی ٹیکنالوجی میں تحقیق کرنے اور

مواد لکھنے کے لئے کام کرتی ہے جس کا قیام جون 1901 میں آیا تھا۔

اسی طرح گٹن برگ فاؤنڈیشن بھی موجود ہے یہ دونوں ہی قدیم ترین ادارے ہیں۔ گٹن برگ فرینڈز سرکل بھی قائم ہے اور اس میوزیم کے زیر اہتمام نمائشوں کا انعقاد بھی ہوتا رہتا ہے۔ اسی میکانکی چھاپہ خانہ پر "گٹن برگ انجیل" کی اشاعت اس کا ایک بڑا کارنامہ تھا۔ اس کے ذکر کے بغیر اس کا خاکہ زندگی مکمل نہیں ہوتا۔ گھومتے پھرتے ہمیں شروع میں ہی "گٹن برگ انجیل "کا وہ تاریخی نسخہ دیکھنے کو ملا جو اس نے اپنے چھاپہ خانہ پر طبع کیا تھا۔ ریکارڈ اور تاریخ کے مطابق اس نے 180 بائبل کے نسخوں کی اشاعت کی تھی جو 1455 میں پہلی بار منظر عام پر آئیں تھیں۔ ان میں سے 145 کاغذ پر جبکہ باقی بچھڑے کی کھال پر طبع تھیں۔ ان میں سے صرف 49 بیسویں صدی تک محفوظ رہ سکیں تھیں اور اب ان میں جو میوزیم، یونیورسٹی، لائبریریوں میں موجود ہیں ان میں زیادہ تر نامکمل ہیں اور آدھی بائبل سے بھی کم ہیں۔ کہیں محض چند صفحات ہی باقی محفوظ رہی ہیں۔ گٹن برگ کی زندگی کے کچھ پر اسرار پہلو بھی ہیں جن کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

مثال کے طور پر اس کی اوریجنل حقیقی تصویر موجود نہیں ہے، اسی طرح اس کی شادی اور بیوی اور اولاد بارے بھی تاریخ خاموش ہے۔ میوزیم کے اندر لائیو معلومات کے علاوہ سیاحوں کے لئے پرنٹنگ کی صدیوں پرانی تاریخ سنانے کے لئے چھ ادوار پر مشتمل آڈیوز بھی موجود ہیں ان آڈیوز میں گٹن برگ کی ایجاد، اس کی زندگی اور گٹن برگ بائیبل کی اشاعت کی تفصیل موجودہ ہے۔ اسی طرح گٹن برگ سے قبل کتب کی اشاعت، گٹن برگ کے بعد کی ابتدائی پبلشنگ کا کام، مشرقی ایشیائی ممالک میں گٹن برگ سے قبل کا طباعت کا کام اور اسلامی دنیا میں کتابوں کی طباعت کا طویل سفر بارے معلومات بھی ان آڈیوز میں شامل ہیں۔ ہر آڈیو آپ تین یورو پچاس سینٹ کی ادائیگی کر کے سن سکتے ہیں۔ گٹن برگ جو پیشے کے لحاظ سے ایک جرمن لوہار، سنار تھا اور ٹیکنیکل امور سے بخوبی آگاہ ہونے کے علاوہ ایک تخلیقی ذہن کا مالک تھا لیکن مالی طور پر بہت کمزور تھا۔ اس کو اپنی ایجاد کے لئے دو بار قرضہ لینا پڑا تھا لہذا جو نہی اس کی ایجاد کامیابی سے ہمکنار ہوئی تو اس نے کمرشل بنیادوں پر اس کا استعمال کیا تاکہ قرضے اتار سکے۔ قرضے دینے والوں کے ساتھ شراکت بھی اختیار کی جو بعد میں تنازعوں کا شکار ہوئی۔

گٹن برگ میوزیم میں پرنٹنگ پریس کی ایجاد کا اولین اور اوریجنل چھاپہ خانہ موجود نہیں ہے۔ اس کے زیر استعمال سب سے پہلا چھاپہ خانہ کہیں لاپتہ ہو چکا ہے تاہم پندرہویں صدی میں ہی اس کی دستاویزات اور اس کے ساتھیوں کی معاونت سے پھر تیار کیا گیا جو آج بھی موجود ہے اور اس پر گوٹن برگ کے طریقہ کار کے مطابق پرنٹنگ کرنے کا اولین طریقہ ہر گھنٹے کے بعد عملی طور پر کر کے سیاحوں کو دکھایا جاتا ہے باقی اس کے دور کی مکمل تاریخ پرنٹنگ کے لوازمات وہاں موجود ہیں اور صدیوں قبل کی طباعت کا طریقہ دیکھنے کو دستیاب ہے۔

Die Bedeutung und Ausprägung islamischer Werte

Einleitung:

Islamische Werte spielen eine entscheidende Rolle im Leben von Millionen von Menschen weltweit. Der Islam, als eine der größten Weltreligionen, bietet nicht nur einen spirituellen Rahmen, sondern auch eine umfassende ethische Richtlinie für das tägliche Leben. In diesem Artikel werden wir einen näheren Blick auf einige zentrale islamische Werte werfen und ihre Bedeutung für die Gläubigen beleuchten.

I. Tawhid - Die Einheit Gottes:

Der Grundpfeiler des Islam ist die Überzeugung von der Einheit Gottes, auch bekannt als Tawhid. Gläubige betonen die Unveränderlichkeit und Einzigartigkeit Allahs. Diese Überzeugung beeinflusst nicht nur das spirituelle Bewusstsein, sondern auch das tägliche Handeln. Das Streben nach Einheit und Harmonie in der Gesellschaft spiegelt sich in islamischen Werten wider.

II. Gerechtigkeit und Barmherzigkeit:

Der Islam legt großen Wert auf Gerechtigkeit und Barmherzigkeit. Gläubige werden dazu ermutigt, fair und gleichmäßig zu handeln, unabhängig von sozialen oder wirtschaftlichen Unterschieden. Die Idee der Barmherzigkeit erstreckt sich nicht nur auf Menschen, sondern auch auf Tiere und die Umwelt. Muslime werden dazu ermutigt, fürsorglich und mitfühlend zu sein.

III. Familie und Gemeinschaft:

Die Familie hat im Islam einen hohen Stellenwert. Die islamischen Werte betonen die Wichtigkeit von Liebe, Respekt und Unterstützung innerhalb der Familie. Ebenso wird die Bedeutung einer starken Gemeinschaft betont. Gemeinschaftliche Verantwortung und Solidarität sind grundlegende Prinzipien, die dazu dienen, eine harmonische Gesellschaft aufzubauen.

IV. Bildung und Wissen:

Der Islam ermutigt die Gläubigen, nach Wissen zu streben und Bildung zu schätzen. Die Suche nach Wissen wird als eine Form des Gottesdienstes betrachtet. Dieser Wert hat dazu beigetragen, dass muslimische Gesellschaften in der Vergangenheit führende Zentren für Wissenschaft und Bildung waren.

V. Selbstbeherrschung und Moral:

Selbstbeherrschung und moralisches Verhalten sind wichtige islamische Werte. Gläubige werden dazu angehalten, ihre Triebe und Impulse zu kontrollieren, um ein ethisch einwandfreies Leben zu führen. Dies umfasst auch die Pflicht, ehrlich zu handeln und Verantwortung für das eigene Handeln zu übernehmen.

Fazit:

Die islamischen Werte sind tief in der Lebensweise der Gläubigen verankert und beeinflussen ihre Handlungen auf individueller, familiärer und gesellschaftlicher Ebene. Die Betonung von Gerechtigkeit, Barmherzigkeit, Familie, Gemeinschaft, Bildung und Moral bildet das Fundament einer lebendigen islamischen Kultur. Es ist wichtig zu betonen, dass die Vielfalt innerhalb der muslimischen Gemeinschaft zu unterschiedlichen Interpretationen und Praktiken führen kann, doch die grundlegenden Werte bleiben integral für das Verständnis des Islam.

"اُنکی زبان میں جواب"

سوشل میڈیا پر تبادلہ ٔخیال یا اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہوئے جب میرے پیارے احباب جوابی دلیل دیتے وقت دوسروں کی ناگوار زبان جس کو وہ خود پسند نہ کرتے ہوئے اختیار کرلیتے ہیں تو اس کے جواز کے لئے "انکی زبان میں" کو بنیاد بنا کر اپنے دل کو تشفی دے لیتے ہیں کہ اس سے انکے اپنے اخلاقی پیمانہ کی شکستگی کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔یہ کسی طور درست نہیں۔ مقصد چھترول کرنا نہیں حکمت سے آگاہی دینا پیش نظر رہنا چاہیئے۔

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

Für in Deutschland geborene

Mitglieder des T.I.College Students Association

Islam, ein Ruf nach Frieden, so klar,
Inmitten der Stürme, ein leuchtender Stern.

Der Bogen des Mondes, sanft am Himmel,
Ein Zeichen des Glaubens, so ruhig und still.

Die Worte des Koran, wie sanfte Brisen,
Durchwehen die Herzen, den Frieden sie preisen.

Tawhid, die Einheit, in Allah gefunden,
Verbindet die Seelen, in Frieden gebunden.

Gerechtigkeit fließt wie ein heiliger Fluss,
Barmherzigkeit strahlt, ein göttlicher Kuss.

Die Familie, ein Schatz im Glanz des Lichts,
Liebe und Respekt, ein Band, das verpflicht.'

Gemeinschaft, stark wie die Wurzeln der Eiche,
Solidarität, das Fundament, auf dem wir erreichen.

Bildung erhebt uns, im Wissen wir glänzen,
Die Suche danach, ein Pfad, den wir ergänzen.

Selbstbeherrschung, ein Weg der Moral,
Die Seele bewahrt, ein kostbares Signal.

Islam, ein Bekenntnis zu Frieden und Eintracht,
Im Gebet und Handeln, in jeder Lebensfahrt.

Möge die Welt hören, den Ruf des Islam,
Ein Ruf nach Frieden, seit Anbeginn der Zeit.

In Herzen und Geistern, möge es erklingen,
Das Gedicht des Friedens, im Namen des Einen.

فلسطین پر نظم

(مبارک صدیقی)

اِس لئے بھی لہو سے میں رنگین ہوں
کوئی یورپ نہیں میں فلسطین ہوں
مجھ پہ بارُود کی کُھل کے بارش کرو
میرے وارِث نہیں ہیں، میں غمگین ہوں

جو ستاوَن ممالِک مسلمان ہیں
اُن سے کہنا شب و روز انگار ہیں
مُنہدِم چیختے پتھروں کے تلے
میرے بچوں کی لاشوں کے انبار ہیں

مجھ پہ میزائلوں کی وہ بوچھاڑ ہے
بھول جاؤ گے ہر عہدِ دار و رَسَن
تڑِ تڑاتی ہوئی گولیاں اِس قدر
چار لاشوں کو ملتا ہے بس اک کفن

کل بھی شہر غزہ شہرِ زِندان تھا
آج بھی ہم ہی مقتل میں مطلوب ہیں
وہ فلسطین ہو یا کہ کشمیر ہو
ایک مدت ہوئی دونوں مصلُوب ہیں

گر بصیرت نہیں ہے، بصارت تو ہے
اپنی آنکھوں کو تم کھولتے کیوں نہیں
ہاتھ باندھے ہوئے ہیں، زبانیں تو ہیں
تم مرے قتل پر بولتے کیوں نہیں

جو ستاوَن ممالِک مسلمان ہیں
اُن سے پوچھو کہاں عہد سارے گئے
کتنے بدبخت محصور و مجبور ہیں
ہم جو اپنوں کے ہوتے بھی مارے گئے

جو ستاوَن ممالِک مسلمان ہیں

اُن سے کہنا کہ کل جب عدالت لگی
قاتِلوں میں تمہارے بھی نام آئیں گے
اپنے ایٹم بموں کو بچا کے رکھو
روزِ محشر تمہارے یہ کام آئیں گے

خوف کیا ہمیں جنگ کا موت کا
جنگجو قوم ہیں اور جی دار ہیں
دُکھ مجھے یہ نہیں ہے اکیلا ہوں میں
دکھ ہے دشمن کے ساتھی وفادار ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد ۔ ٹلفورڈ

Z 27-11-2023

مکرم صدر صاحب تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی طرف سے افریقہ کی دو مساجد کے وعدہ جات میں سے ایک مسجد کے وعدہ کی مکمل ادائیگی اور سالانہ ڈنر اور ادبی پروگرام کے کامیاب انعقاد کے بارہ میں آپ کی رپورٹ موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو ہمیشہ برکتوں سے نوازے اور سب ممبران کا ہر آن حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس

اس کے نصیب پوچھ کسی خوش نصیب سے

(از مکرم محمد انیس دیال گڑھی۔ جرمنی بشکریہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 دسمبر 2023)

2005 کے جلسہ سالانہ قادیان کی یاد آج بھی میرے لیے ایک قیمتی سرمائے سے کم نہیں اور یہ ایسی یاد نہیں جو لذّتِ خوابِ سحر کی طرح اُڑ جائے اور نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو جائے۔ اس یاد کا ہر لمحہ لوحِ ذہن پر نقش ہے اور اس یاد کی پتیاں ابھی تک سوکھی نہیں بلکہ دل و دماغ میں ہر طرف تر و تازہ بکھری پڑی ہیں اور روح کو معطر رکھے ہوئے ہیں۔

ہر سال یورپ اور دیگر ممالک سے بہت سے لوگ قادیان جلسہ پر جاتے ہیں مگر 2005 میں جانے والوں کا غیر معمولی جوش و خروش دیکھ کر حیرت ہوئی، اس جوش و خروش اور جانے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ کہیں سے یہ نوید ملی کہ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اس سال قادیان تشریف لے جا رہے ہیں۔ دیارِ مسیحؑ کا جلسہ اور خلیفۃ المسیح کی شرکت، دل مچلنے لگا۔ لوگوں کی تیاری اور میری بے قراری میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ آج تک قادیان کے گلی کوچوں کی خاک دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھی اور 1991 کے جلسہ میں شامل نہ ہو سکنے کا احساسِ محرومی کا زخم ابھی تک بھرا نہ تھا۔ 2005 میں یہ زخم پھر ہرا ہو گیا۔ قادیان جانے والے جب اپنی خوش نصیبی کا ذکر کرتے تو ان کی خوش قسمتی پر جہاں رشک آتا وہیں اپنی محرومی اور بے بسی پر افسوس بھی ہوتا۔ سال کے آخر تک کمپنی کی طرف سے دی گئی سالانہ چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں، اس قدر قلیل وقت میں بھارت کا ویزہ ملنے کی اُمید بھی بہت کم تھی لیکن تمام نااُمیدیوں کے باوجود شاخِ دعا ہری رہی جسے آنکھ کے پانی سے سیراب کرنے کا ارادہ کیا اور ساتھ ہی حضورانور کی خدمتِ اقدس میں فوراً دعائیہ فیکس کر دی اور درخواست دعا ان الفاظ میں کی کہ... حضور دعا کریں کہ معجزانہ طور پر میرا پروگرام بن جائے... فیکس کرنے کی دیر تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے شعر والا معاملہ ہوا کہ:

؎ غیب سے فضل کے سامان ہوئے جاتے ہیں مرحلے سارے ہی آسان ہوئے جاتے ہیں

گویا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا سے میرے حق میں فیصلہ ہو گیا اور مجھے یہ نہیں کہنا پڑا کہ:

؎ میرے مجیب! میری فغاں کا جواب لا

فیکٹری والوں نے چند چھٹیاں دینے کی حامی بھر دی۔ ویزہ حاصل کرنے کے لیے بھارت کے قونصل خانہ پہنچا تو پچھلے پہر ویزا ہاتھ میں تھا۔ ٹکٹ بھی مل گئی، الحمدللہ۔ گُلِ مراد کِھل اُٹھا بلکہ جھولی دامنِ باغباں کی طرح پھولوں اور پھلوں سے لدی نظر آنے لگی اور پھر وہ بابرکت اور بامراد دن آ گیا کہ

؎ دن گنے جاتے تھے 'جس' دن کے لیے

25؍دسمبر 2005 کی شام کو ایک اَور دیوانہ قادیان کی فضا میں داخل ہو رہا تھا جو اپنی خوش قسمتی پر نازاں و حیراں اور اللہ تعالیٰ کے افضال کے نزول پر جذبات تشکر کے ساتھ ان گلیوں میں قدم رکھ رہا تھا جہاں مسیح پاک کے قدم پڑے۔ جس خاک نے مسیح موعود علیہ السلام کے قدم چومے اور دم بدم چومے۔ جس کی فضائوں میں مسیح پاکؑ کی معطّر اور مبارک سانسوں کی خوشبو رچی بسی تھی۔ اس زمین کو خدا نے اپنے مسیحا کے لیے چن لیا تھا اور بے شمار برکتوں سے نوازا۔

؎ یہ وہ زمین تھی جو آسماں سے اُتری تھی

میں اس بستی میں موجود تھا جہاں اِس دَور کا سورج طلوع ہوا جہاں وہ ہستی پیدا ہوئی جسے خدا نے اپنے قرب سے فیضیاب کیا۔ اور اُس پیارے وجود نے نہ صرف خود کو اپنے پیارے خدا کی محبت میں فنا کر دیا بلکہ اس کی مخلوق کو اس سے ملانے کے لیے ہر ممکن تدبیر کی۔ صبح و شام یہی ایک دُھن تھی کہ لوگ اپنے پیارے خدا کو پہچانیں اور اس سے محبت کریں تا کہ خدا بھی ان سے محبت کرے اور خدا کی یہ محبت وہ ساری دنیا میں بانٹیں اور ساری دنیا خدا کے نور سے جگمگا اُٹھے اور دنیا امن و محبت کا گہوارہ بن جائے۔ یہیں سے اَمن و آشتی کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اور ساتھ ہی وہ بابرکت نظام، جلسہ اور لنگر بھی۔

وہ ہستی جس نے اپنی دعاؤں سے عرش پر ایک شور برپا کر دیا۔ اور اس کی گریہ وزاری، آہ وبکا اور نالہ وفغاں کو سن کر خدا بھی عرش سے زمین کے فرش پر اُتر آیا اور اس بیقرار دل کو تسلی دی کہ میں تیری دِلی مرادیں پوری کروں گا۔ اس کی مراد کیا تھی یہی کہ:

فرمایا: ؎ دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ ۔۔۔ مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب وکامگار

فرمایا: ؎ میرے آنسو اس غم دلسوز سے تھمتے نہیں ۔۔۔ دیں کا گھر ویران ہے اور دنیا کے ہیں عالی منار

؎ یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا ۔۔۔ اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

اسلام کے لیے اس بے قرار اور مضطر دل کی پکار سنی گئی اور پھر اس کی دعاؤں سے:

؎ جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے

اس مبارک زمین پر قدم رکھتے ہوئے ایک لمحے میں ہزاروں خیالات میرے دل میں آئے اور گزر گئے اور کئی کیفیات دل پر وارد ہوئیں۔ ہزارہا سوالات دل ودماغ میں اُبھرے اور بغیر جواب کے ڈوب گئے۔

کیا میں اس قابل ہوں کہ اس زمین پر قدم رکھوں؟ یہ مٹی تو آنکھوں سے لگانے کے قابل ہے یہ وہ مٹی ہے جہاں وہ مبارک قدم پڑے تھے۔ ہمیں اگر شرک کے خلاف بار بار تعلیم نہ دی جاتی اور اس شدّت سے نہ دی جاتی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء عظام نے دی تو نہ جانے میرے جیسا شخص وہاں کیسی کیسی حرکتیں کرتا۔

بہشتی مقبرہ قادیان جانے کا وقت آیا تو یہ وقت مجھ پر سب سے مشکل اور کڑا وقت تھا۔ اندر داخل ہونے سے قبل ہی عجیب حالت تھی اپنے گناہ، غلطیاں اور کوتاہیاں سوال بن کر نگاہوں میں پھرنے لگے اور سوالات کے یہ نشتر میرے دل کو چھلنی کیے جارہے تھے۔ کہاں آ گئے ہو تم؟ تمہارا یہاں کیا کام؟ اور اب تم کہاں جارہے ہو؟ کیا تم مزارِ اقدس پر جانے کی جسارت کرنا چاہ رہے ہو؟ کیا تم نے اپنی حیثیت اور اپنی اندرونی حالت پر غور کیا ہے؟ کیا کروگے تم وہاں؟ کیا تم اس قابل ہو؟

خدا کے بندے تو پروانہ وار اور دیوانہ وار اشتیاق اور جذبات میں بے اختیار و بے قرار چلے جارہے تھے مگر مجھ گناہ گار کے قدم تھے کہ منوں بوجھل ہو رہے تھے، پاؤں اُٹھانا مشکل ہو رہا تھا، انہی جذبات وخیالات میں لوگوں کے اژدھام اور ہجوم میں چلا جارہا تھا اور لوگوں کا یہی سیلاب مجھے بہالے گیا اور میں اچانک سیدنا واامامنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر کھڑا تھا۔ مجھے اپنے جسم کی حالت کا تو اندازہ نہیں مگر سوچوں کے اندر ایک زلزلہ تھا۔ ایک زلزلہ جو میری ہستی کو ہلائے جارہا تھا۔ نہ معلوم کب تک یہ حالت رہی۔ پھر لوگوں کی دبی دبی سسکیوں اور کانپتے لبوں سے نکلتا درود وسلام سن کر کچھ ہوش آئی مگر صرف اتنی کہ اگر آ ہی گئے ہو تو سلام تو عرض کرو اور پھر دعا کرو۔ ہاں دعا کرو۔

دعا اور میں ؟ اور پھر مزار مسیح پر اس ہستی کے لیے ؟ دل پھر بہکا۔ مضمون کا یہ حصہ میں یہیں ختم کرتا ہوں کہ ایک لمبی جنگ تھی میرے اور میرے نفس کے درمیان۔ کیسے کیسے خیال آئے اور گزر گئے میں نے وہاں کیا کیا؟ یا مجھ سے کیا سرزد ہوا؟ یہ سب ناقابل بیان ہے اور دل بتانا بھی نہیں چاہتا۔ بعد کے دنوں میں یہ حالت کسی حد تک بہتر ہو گئی۔ یہ بھی اُس ہستی کی قوت قدسی کا فیضان ہے اور

؎ یک قطرۂ زبحر کمالِ محمدؐ است

مزار مسیحؑ کے احاطہ سے باہر نکلا تو اچانک دوسری قبروں کے کتبوں پر نظر پڑی تو پھر دیوانگی کا ایک حملہ ہوا۔ مسیح پاک کے سچے مطیع اور صدیق اب بھی ایسے ہی قریب تھے جیسے دنیا میں۔ حضرت حکیم الامتؓ جیسا نابغہ روزگار یہاں مدفون ہے تو حضرت مولوی عبدالکریمؓ جیسا مسلمانوں کا لیڈر بھی۔ سامنے حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ محوِ خواب تھے جن کے ایک سجدے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس قدر لمبا ہوتا تھا کہ مجھ جیسوں کی طاقتِ برداشت سے باہر تھا۔ پوچھا جاتا تو فرماتے میں نے تو صرف تین دفعہ ہی سبحان ربی الاعلیٰ کہا ہے ان کا کہنا صرف کہنا ہی نہ تھا وہ اُس عالم سے ہو کر آتے تھے کہ:

؎ اُس رخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا

ایک طرف حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ آسودۂ خاک ہیں تو دوسری جگہ ان کا دوست حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ۔ یہاں حضرت عبداللہ سنوری صاحبؓ محو خواب ہیں تو وہاں حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحبؓ ابدی سکون میں محو استراحت ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ جیسا بزرگ بھی یہاں دفن ہے تو آپ کی بزرگ اولاد میں سے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بھی اسی جنت میں پنہاں ہیں۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ جیسا امیر مگر دل کا غریب اور پھر حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحب کی بزرگ اہلیہ۔ کیسے کیسے ہیرے اس مٹی میں مدفون ہیں۔ قبروں میں پڑے عرش نشین۔ ایک سے ایک بڑھ کر اور ایک قبر سے وابستہ کئی زندہ نشان۔ ہر کتبہ دیکھ کر کئی واقعات بجلی کے کوندے کی طرح لپکتے اور دماغ کے پردے پر فلم کی طرح چلنے شروع ہو جاتے۔

حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ جیسے غریب، بے نفس اور محبت کے پتلے کا واقعہ یاد آیا۔ کسی کو حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پاؤنڈ پیش کرتے دیکھ کر اس غریب کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ پاؤنڈ پیش کرے حالانکہ وہ پہلے ہی ایسی کرنسی پیش کر رہا تھا جس کا کوئی مول نہ تھا وہ تو پہلے ہی سب کچھ مسیح اقدس کے قدموں میں ڈال دیتا تھا سوائے دال روٹی کے مگر یہ جو پگلا دل ہے اس میں اگر کوئی خواہش آ جائے جو محبوب سے تعلق رکھتی ہو تو پھر یہ کروا کے چھوڑتا ہے۔ بس دل میں آ گئی اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب نے مزید پیٹ کاٹ کر رقم پس انداز کرنا شروع کر دی اور جب کچھ پاؤنڈ جمع ہو گئے تو محبوب چل بسا۔ کیا قیامت گزری ہو گی اس دل پر ایک نہیں کئی قیامتیں ٹوٹی تھیں اُن عاشقوں پر اور ان کا حال ''مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ'' والا ہی تھا اب کچھ بھی ہو جاتا ان کو اس کی پرواہی کیا تھی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کی قربانیاں یاد آئیں کیا لوگ تھے وہ؟ ان کی محبتیں بھی عجیب اور ان کی ناراضگیاں بھی عجیب۔ اپنے نہایت ہی پیارے اور ہم وطن، ہم پیالہ و ہم نوالہ سے صرف اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ مرشد کی خواہش اکیلے ہی پوری کر دی اور مجھے حصہ دار نہیں بنایا۔ بلکہ مجھے بتایا تک نہیں۔ مگر اس نے کہاں بتانا تھا وہ تو خدا نے اس کی مخفی قربانی اپنے مسیح علیہ السلام کی زبان سے ظاہر کر دی ورنہ وہ تو اس راز میں ہی مست تھا۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی باتیں یاد آئیں۔ حضرت عبد اللہ سنوری صاحبؓ کی خوش بختی پر رشک آیا۔ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی والدہ محترمہ کے واقعات اور رؤیا و کشوف یاد آئے اور عورت ہونے کے باوجود ان کی جرأت ایمانی اور استقامت سوچ کر اپنے آپ پر شرم آئی۔

؎ تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو

کس کس کا ذکر کروں اور کون کون سا واقعہ یاد کروں ہر قبر پر یہی حالت تھی:

؎ یاد آئی جب اُن کی گھٹا کی طرح ذکر ان کا چلا نم ہوا کی طرح

بجلیاں دل پہ کڑکیں بلا کی طرح رُت بنی خوب آہ و فغاں کے لیے

لوگوں کے ہجوم اور کثرت کا احساس نہ ہوتا تو میں پھوٹ پھوٹ کر روتا۔ لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھتا تو وہاں بھی وہی کیفیت نظر آتی۔ لگتا تھا کہ سب لوگ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگیں گے۔

؎ بے صدا جن کی آنکھوں کا کرب و بلا کربلا ہے دل عاشقاں کے لیے

کہنے کو تو یہ ایک قبرستان ہے مگر میرے جیسے کو زندگی بخشتا ہے۔ صرف بہشتی مقبرہ کی داستان ہی اتنی لمبی ہے کہ

؎ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

دارالمسیح۔ منارۃ المسیح۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد مبارک۔ بیت الدعا۔ بیت الفکر۔ احمدیہ چوک۔ قادیان کی گلیاں اور محلے۔ یہ ساری جگہیں مبارک اور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جائیں گی مگر رندوں کی تشنگی دور ہو گی نہ پروانوں کی دیوانگی۔ ایک ایک ذرّہ چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے لائق ہے مگر یہ ہمت کس کو ہے۔

قادیان کے جلسے کا بھی اپنا رنگ اور اپنا ماحول تھا جو برقی لہروں کی طرح ہر دل پر اثر انداز تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی تقاریر کے دوران تو عجیب محبت، وارفتگی اور ربودگی کا عالم ہوتا تھا۔ حضور کے دیدار کی تڑپ اور گفتار کی آرزو۔ کچھ ٹکٹکی لگائے، پلک جھپکے بغیر نرگس کی آنکھ سے نظارہ کر رہے ہیں تو کسی کو نظارہ کی تاب ہی نہیں۔ بس سر نیچے کیے گوش بر آواز ہیں اور ایک ایک لفظ کو روح میں اُترتا محسوس کر رہے ہیں۔ کچھ استغراق کے عالم میں ہیں کچھ آنسو بہا رہے ہیں تو کچھ جوش میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے ہیں۔

؎ یہ بزم محبت ہے اس بزم محبت میں دیوانے بھی شیدائی فرزانے بھی شیدائی

انڈیا کے دُور دراز کے علاقوں سے آئے ہوئے لوگ جو مختلف رنگ و نسل کے تھے اور مختلف بولیاں بولنے والے۔ پنجابی بھی اور بنگالی بھی، آسام کے لوگ بھی اور سکم کے رہنے والے بھی۔ بہار کے بھی اور یوپی کے بھی۔ کیرالہ اور کشمیر کے لوگ تو کثرت سے تھے اور اکثر ڈیوٹیاں بھی ان کے سپرد تھیں۔ ڈیوٹی پر مستعد اور خلوص و محبت سے لبریز۔ میٹھے اور پیارے لہجے والے۔ ہندوستان کے لوگوں کے علاوہ یورپ، پاکستان، امریکہ اور کینیڈا سے آئے ہوئے لوگ۔ چین، جاپان، انڈونیشیا اور جزائر کے رہنے والے۔ عرب کے صلحاء اور افریقہ سے آئی ہوئی نیک روحیں۔ یہ سارے پروانے شمع کے طواف میں قادیان میں جمع تھے اور یک زبان ہو کر زبان حال سے حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر اَلاپ رہے تھے اور میں بگوش ہوش اسے سن رہا تھا کہ:

؎ ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں

ٹکوسا جرمنی کا سالانہ ڈنر 2023 اور مشاعرہ کی

چند تصویری جھلکیاں

T. I. College Old Students
Association Germany
T. I. College Old Students
Association Germany
تعلیمی وظائف
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ANNUAL DINNER
Talimul Islam College Old Students Association Germany
AHMADIYYA GALLERIE
DEUTSCHLAND

ANNUAL DINNER
Talimul Islam College Old Students Association Germany

ANNUAL DINNER

T. I. College Old Students
Association Germany

T. I. College Old Students
Association Germany
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

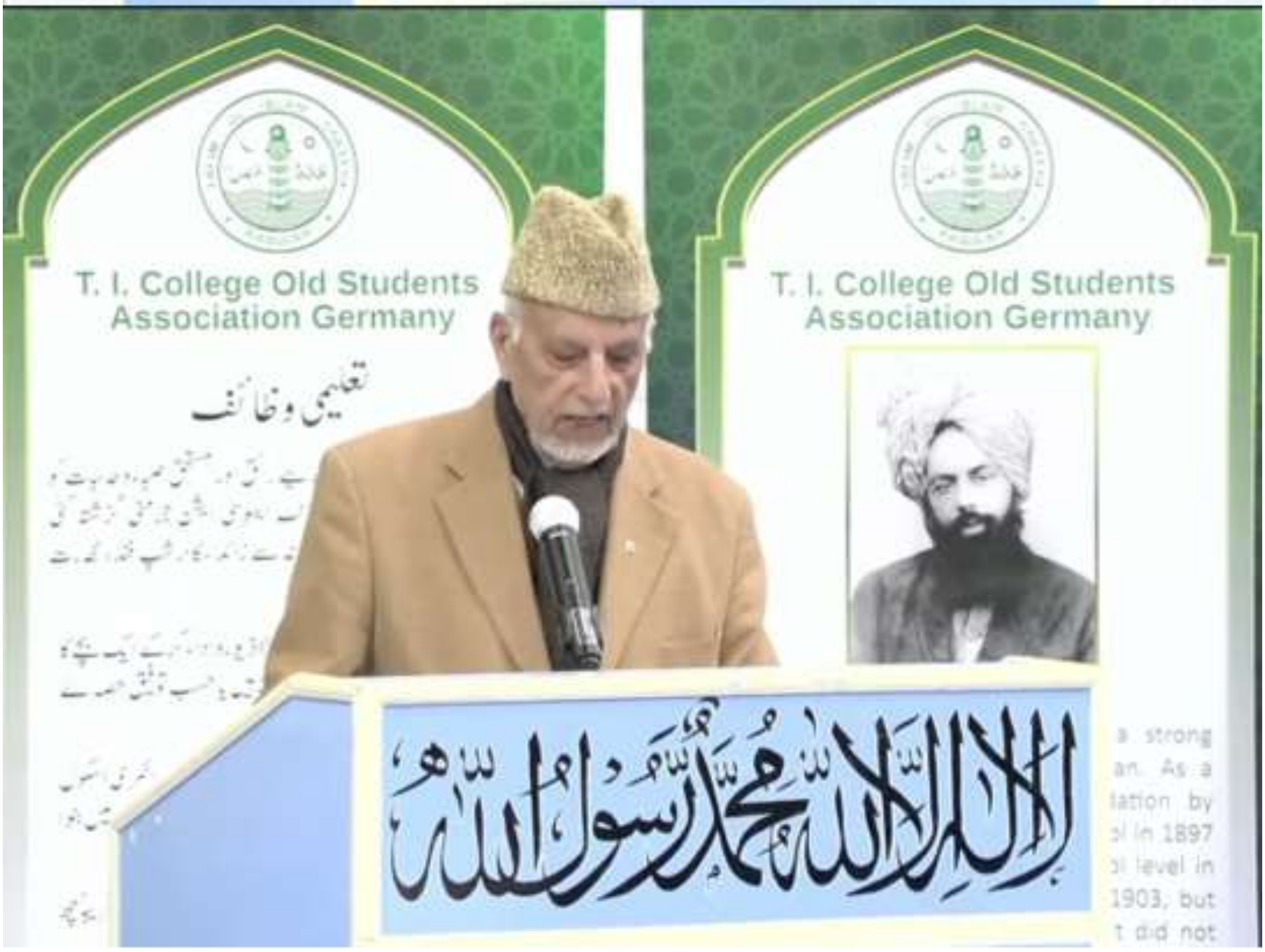
T. I. College Old Students
Association Germany
تعلیمی وظائف
T. I. College Old Students
Association Germany
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ANNUAL DINNER
Talimul Islam College Old Students Association Germany

T. I. College Old Students Association Germany
T. I. College Old Students Association Germany

ANNUAL DINNER

مسجد مبارک

T. I. College Old Students
Association Germany

عالمی عدالت انصاف اور انقلابی ورثہ

(از جناب بیرسٹر حمید بھاشانی۔ بشکریہ ہم سب مورخہ 21 جنوری 2024)

عالمی عدالت انصاف میں اسرائیل کے خلاف مقدمہ دنیا بھر میں دلچسپی کا باعث ہے۔ حالاں کہ عالمی قانون اور سیاست پر دسترس رکھنے والے لوگوں کو اس مقدمے کے نتائج کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ اگرچہ فریقین کے لیے اس عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد لازم ہے، لیکن اگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے تو عدالت کے پاس اپنے فیصلے کے نفاذ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ نفاذ کے لیے یہ فیصلہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں جا سکتا ہے، جہاں امریکہ اور برطانیہ جیسی طاقتیں ویٹو کا اختیار رکھتی ہیں۔ یہ طاقتیں اسرائیل اور حماس کے درمیان موجودہ تصادم میں پورے طریقے سے اسرائیل کی پشت پر کھڑی ہیں، اور اسرائیل کے حق میں بار بار ویٹو کا استعمال کر چکی ہیں۔ اس مقدمہ کا حتمی فیصلہ ہونے تک کئی برس لگ سکتے ہیں، دریں اثنا کورٹ کے عارضی احکامات کو یا تو نظر انداز کر دیا جائے گا، یا پھر ویٹو کے ذریعے اس کے نفاذ سے بچا جائے گا۔ یہ مایوس کن صورت حال ہے، جو اس وقت عالمی قانون اور سیاست میں بہت بڑی کمزوری اور خلا کی عکاس ہے۔

ہمارے دور میں عالمی سطح پر ملکوں اور قوموں کے باہمی انحصار میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود، ابھی تک بین الاقوامی قانون سازی اور عالمی قانون کے نفاذ کا کوئی اجتماعی ادارہ معرض وجود میں نہیں آیا۔ اس وقت بین الاقوامی قانون کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، لیکن عام طور پر، اس طرح کے قانون کو عالمی سطح پر لاگو کرنا ایک مسئلہ رہا ہے۔ عام طور پر عالمی قانون صرف ان ممالک پر لاگو کیا جاتا رہا ہے، جنہوں نے ان قوانین پر عمل کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ اسی رضامندی کی بنیاد پر عالمی عدالت کا کردار سامنے آیا ہے۔ بین الاقوامی عدالت انصاف نے نہ صرف تنازعات پر فیصلے کیے ہیں، بلکہ اس بات پر بھی مشاورتی فیصلے کیے ہیں کہ عالمی قانون کیا ہے، اور کیا نہیں ہے۔ اس عالمی عدالت کو ابتدائی طور پر 1922 میں بین الاقوامی انصاف کی مستقل عدالت کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ آگے چل کر 1946 میں یہ عدالت اقوام متحدہ کا ادارہ بن گئی۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام اس کو دوبارہ منظم کیا گیا اور اس کا نام تبدیل کر دیا گیا۔

بین الاقوامی عدالت انصاف کے دو بنیادی مقاصد ہیں۔ پہلا بڑا مقصد بین الاقوامی تنازعات میں فیصلہ کن ادارہ کے طور پر کام کرنا ہے، لیکن اس مقصد کے لیے اس عدالت کے دائرہ اختیار کی شرط ہے۔ اس کا دوسرا بڑا مقصد عالمی برادری کے لیے قانونی معاملات پر مشاورتی کردار ادا کرنا ہے۔ عدالت انصاف کے سامنے کیس پیش کرنے کے لیے، کئی ایک شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ممالک کسی معاہدہ کے ذریعے اس بات پر اتفاق کریں کہ ان کے درمیان باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے وہ عدالت انصاف کو اختیار دیتے ہیں تو وہ ممالک عدالت کے دائرہ اختیار میں آ جاتے ہیں۔ جن ممالک کو فی الحال اس عدالت میں مقدمات پیش کرنے کی اجازت ہے وہ اقوام متحدہ کے 185 ممبران کے ساتھ ساتھ سوئٹزرلینڈ جیسی کئی دوسری قومیں شامل ہیں۔

بین الاقوامی عدالت انصاف کے پاس اپنے فیصلوں کی عدم تعمیل کے لیے درکار نفاذی اختیارات نہیں ہیں۔ اس ادارے کے پاس کوئی پولیس فورس نہیں ہے۔ عدالت کے فیصلوں کے اثرات کو مزید محدود کرتے ہوئے، آئین کا آرٹیکل 59 کہتا ہے، ”عدالت کے فیصلے کا

کوئی پابند نہیں ہوتا سوائے فریقین کے درمیان جو رضاکارانہ طور پر اس کے لیے تیار ہوتے ہیں“

اس وقت اس بین الاقوامی عدالت انصاف کی راہ میں دو اہم ترین رکاوٹیں یہ ہیں کہ اس کے پاس اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عدالت انصاف نے جولائی 1996 میں جوہری ہتھیاروں کے استعمال یا خطرے کی قانونی حیثیت پر ایک مشاورتی رائے پیش کی تھی۔ فیصلے میں کہا گیا تھا کہ اپنی قوم کی تباہی کو روکنے کے لیے جوہری ہتھیاروں کے استعمال کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ جوہری ہتھیار رکھنے کا سلسلہ جاری رہے گا، اور ایسا کرتے ہوئے ان کے استعمال کا خطرہ برقرار رہے گا۔ ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ عدالت قانونی لحاظ سے بھی جوہری ہتھیاروں پر پابندی کا نفاذ کرسکے۔ مثال کے طور پر اگر جاپان دوسری جنگ عظیم میں بموں کے استعمال پر امریکہ پر مقدمہ دائر کرے، تو اس بات کے امکانات موجود ہیں کہ جاپان اس بنیاد پر مقدمہ جیت سکتا ہے کہ امریکہ نے محض اپنے تحفظ کے کے لیے بم نہیں گرایا تھا، تو امریکہ سے معاوضہ ادا کرنے کے لیے کہا جاسکتا ہے لیکن اپنے ہتھیاروں کو ختم کرنے کے لیے نہیں کہا جاسکتا۔

یہ نفاذ کا وہی مسئلہ ہے جو مجموعی طور پر اقوام متحدہ کو ایک موثر عالمی ادارے کے طور پر کام کرنے سے روکتا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ قانون کا مسئلہ بھی کافی اہم ہے۔ اکثر عدالت میں پیش کیے جانے والے مقدمات ان کی قانونی حیثیت کے حوالے سے لڑے جاتے ہیں۔ چونکہ بین الاقوامی سطح پر لاگو ہونے والے قوانین کا کوئی ایک مجموعہ نہیں ہے، اس لیے اکثر یہ بحث ہوتی ہے کہ کون سا قانون لاگو ہونا چاہیے۔ اس کی ایک کلاسیکل مثال لاکربی بمبنگ کا مشہور مقدمہ تھا۔ اس مقدمہ میں لیبیا کا یہ موقف تھا کہ 1971 کے مونٹریال کنونشن کے تحت، وہ لاکربی سکاٹ لینڈ کے اوپر پین۔ ایم فلائٹ 103 پر بمباری کرنے والے دو لیبیائی شہریوں کو سزا دینے کا مجاز تھا۔ جبکہ امریکہ اور برطانیہ دونوں کا موقف تھا کہ مونٹریال کنونشن اس معاملے میں لاگو نہیں ہوتا، اور اس لیے انہیں برطانیہ کے حوالے کیا جانا چاہیے اور ان کا مقدمہ برطانیہ میں چلنا چاہیے۔ ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے، عدالت کو ایک حقیقی طاقت کے طور پر کام کرنے کے قابل بنانے کے لیے بین الاقوامی قانون کو واضح طور پر مرتب اور متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا دائرہ اختیار کا از سر نو تعین بھی ضروری ہے۔ اب تک اس عدالت کا زیادہ وقت بین الاقوامی تنازعات میں دائرہ اختیار پر بحث کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، نسل کشی سے متعلق ایک مشہور تاریخی مقدمہ بوسنیا ہرزیگوینا بمقابلہ یوگوسلاویہ تھا۔ لیکن نسل کشی کی کارروائیوں کے وقت بوسنیا اقوام متحدہ کا رکن یا نامزد دیگر ممالک میں سے ایک نہیں تھا، اس لیے یہ دلیل دی گئی کہ اس معاملے میں عدالت کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے۔

اب آتے ہیں اس اہم معاملے کی طرف جو اس وقت کچھ حلقوں میں زیر بحث ہے کہ اس مقدمہ کے لیے جنوبی افریقہ نے ہی کیوں پہل کی ہے، جبکہ دنیا میں پچاس سے زائد اسلامی ملک ہیں، جنہیں یہ کام کرنا چاہیے تھا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس کی اہم وجہ جنوبی افریقہ کی افریقن نیشنل کانگرس ہے۔ اس پارٹی نے نسل پرستی کے خلاف اور قومی آزادی کے لیے تاریخی جدوجہد کی ہے۔ اس پارٹی کو اپنے ورثہ پر ناز ہے۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران اس پارٹی کو دہشت گرد قرار دے کر کالعدم قرار دیا گیا تھا۔ اس دور میں نیشنل کانگرس کا پوری دنیا کی قومی آزادی کی تحریکوں سے قریبی تعلق رہا ہے۔ پی ایل او اور یاسر عرفات کے ساتھ اس پارٹی کے بہت ہی قریبی تعلقات رہے ہیں۔ نیلسن منڈیلا کی یاسر عرفات کے ساتھ ذاتی دوستی بھی تھی، اور وہ فلسطین کی آزادی کے پرجوش حامی تھے۔ نیلسن منڈیلا نے کہا تھا کہ جنوبی افریقہ کی آزادی اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی، جب تک فلسطین آزاد نہیں ہوجاتا۔ کانگرس نے اپنے ماضی کے اس شاندار ورثہ کی روشنی میں یہ دلیرانہ قدم اٹھایا ہے۔

PUNJAB UNIVERSITY ROWING CHAMPIONS

Talim-ul-Islam College Rabwah.

Session 1969 – 70

Chairs (L to R) Muzaffar Ahmad Bajwa, Best Athelet (Secretary) Prof Qazi Muhammad Aslam M.A. Cantab, Principal Prof. Hameed Ahmad Chaudhry M.A, President Rowing Club Muhammad Nawaz Kahlon. Captain

Standing (L to R) Niamat Ullah Chatta, Hafiz Ullah, Saeed Ahmad, Sardar Muhammad, (Boatman) Latif Ahmad, Mahmood Akhtar, Fazal Ahmad.

GILANI Photo Studio Lyp.

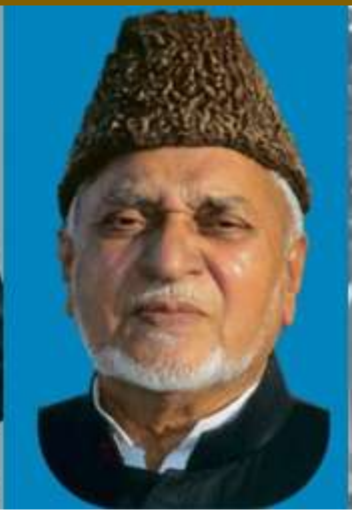

مکرمان: رشید قیصرانی۔چوہدری محمد شریف خالدؔ۔چوہدری حمید اللہ۔سیّد داوٗد احمد

Feierliche Eröffnung der

چیف سیّد معین شاہ صاحب مع محترم سر افتخار احمد صاحب ایازؔ

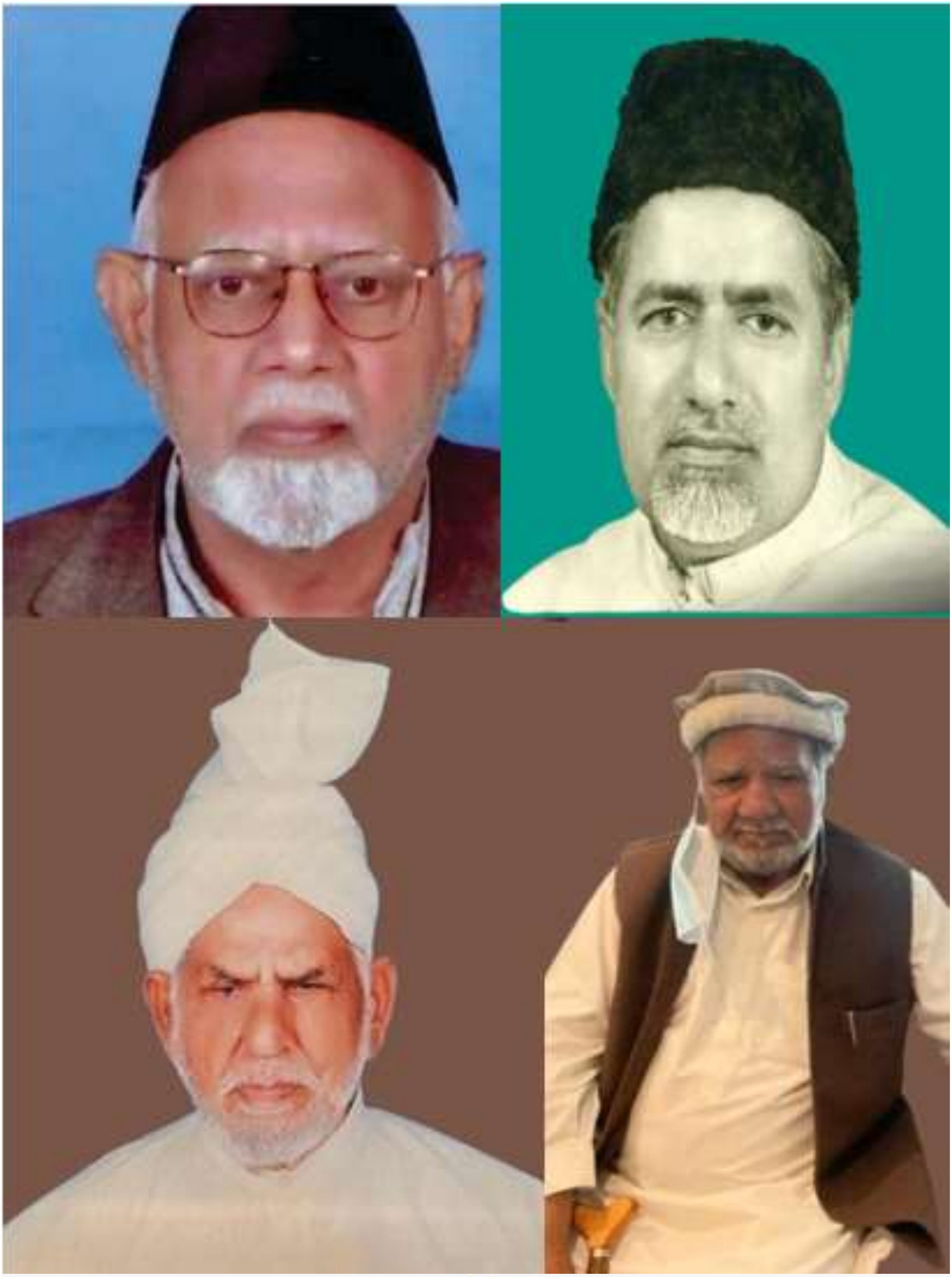

چیف سیّد معین شاہ صاحب مع محترم سرافتخار احمد صاحب ایازؔ

ٹرین اسٹیشن پر ایک آدمی کو ایک بچہ روکتا ہے جو اس سے پوچھتا ہے:

"معاف کیجئے گا جناب! مجھے ایک بہتر دنیا کی ٹرین کہاں سے ملے گی؟"

اس آدمی نے جواب دیا، "ہاہاہا... میری گڑیا سی بچی، تمہاری مراد کونسی دنیا ہے؟"

چھوٹی بچی نے کہا، "وہ دنیا جس کے بارے میں میری دادی نے مجھے بتایا تھا. ایک ایسی دنیا جس میں انسان اب بھی انسانی شکل میں ہیں، ایک ایسی دنیا جس میں آسمان نیکی کے پرندوں سے بھرا ہوا ہے، اور دل صاف اور نفرت، بغض سے پاک ہیں۔۔ ایک ایسی دنیا جس میں پڑوسی ایک دوسرے کے لیے ہوتے ہیں، ضرورت کے وقت دوست ہوتے ہیں، اور جو ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں وہ مہربانی کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔"

آدمی نے افسردگی سے جواب دیا، "اوہ! میری چھوٹی سی گڑیا، اُس دنیا کی ٹرین، وہاں آخری اسٹاپ تمہاری دادی کا دماغ تھا"

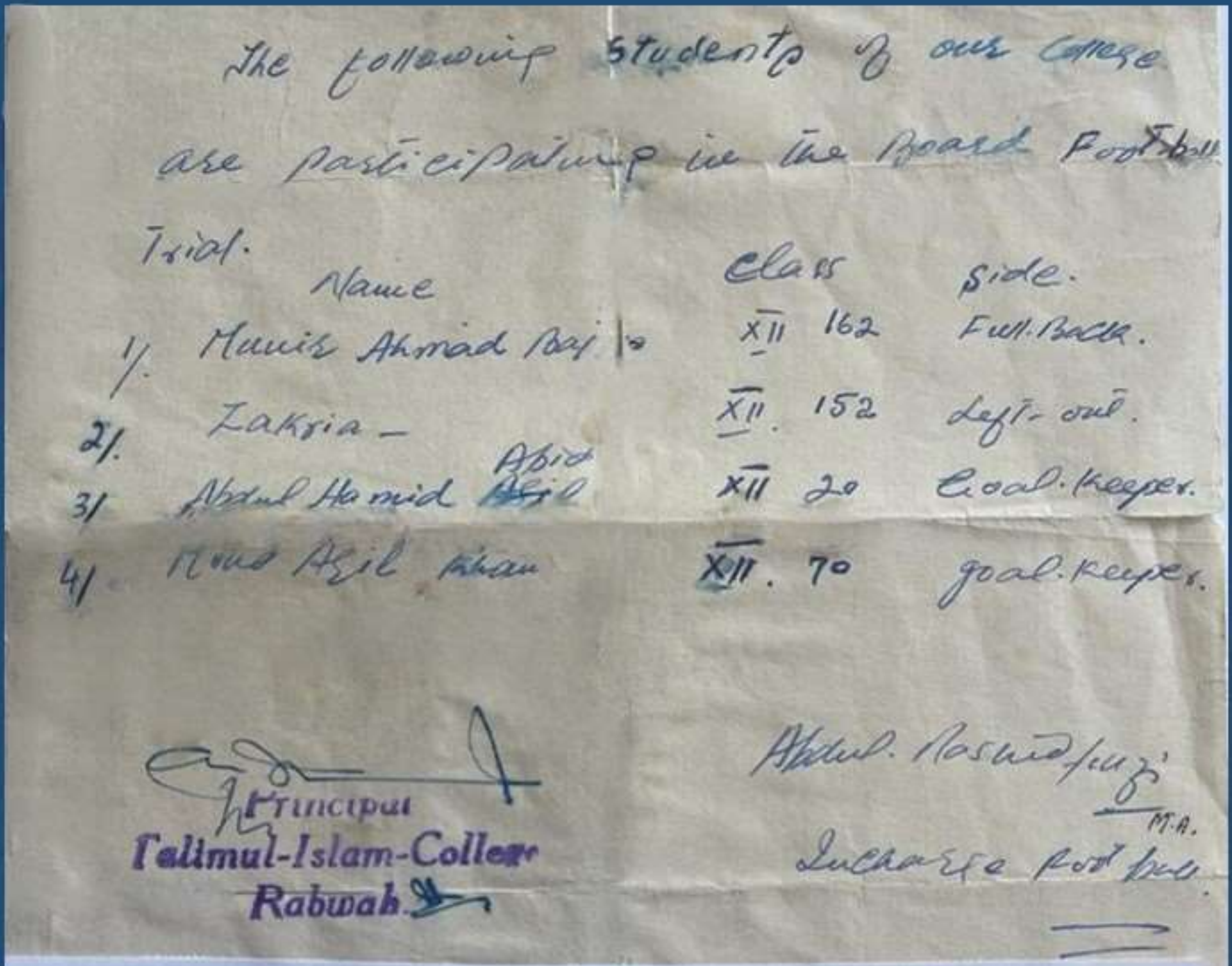
The following students of our College are participating in the Board Football Trial.

	Name	Class	Side
1/	Munir Ahmad Bajwa	XII 162	Full.Back.
2/	Zakria	XII. 152	Left-out.
3/	Abdul Hamid Abid	XII 20	Goal.keeper.
4/	Mohd Aqil Khan	XII. 70	goal.keeper.

Principal
Talimul-Islam-College
Rabwah

Abdul Rashid Fauzi
M.A.
Incharge Football.

Certificate Taleem ul Islam College 1964

After winning the District Jhang tropy four students of T.I. College were sent to Lahore for trails. They were Munir Ahmad Bajwa (Full back), Zakaria (left out), Abdul Hamid Abid (goal keeper), and Muhammad Aqil Khan (Goal keeper).

Signed Abdur Rashid Fauzie, Football Incharge